ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۲ - اپریل ۱۹۶۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ :- حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گمراہ لوگوں کے گروہ قریب ہیں کہ ان کے بعض آدمی بعض کو تم سے لڑنے اور تمہاری شان و شوکت کو مٹانے کے لئے بلائیں گے جس طرح کہ ایک کھانا کھانے والی جماعت بعض بعض کو کھانے کی طرف بلاتے ہیں (یعنی گمراہوں کا ایک گروہ پیدا ہوگا جس میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کو تمہاری قوت توڑنے اور تم کو ہلاک کرنے کے لئے اس طرح بلائیں گے جس طرح آدمیوں کو کھانے کے لئے بلایا جاتا ہے) یہ سن کر صحابہ میں سے کسی نے پوچھا کیا وہ لوگ اس لئے ہم پر غلبہ حاصل کر لیں گے کہ ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا تم اس زمانہ میں بڑی تعداد میں ہوگے لیکن ایسے جیسے کہ دریا یا نالوں کے کنارے پانی کے جھاگ ہوتے ہیں۔ (یعنی تم نہایت کمزور اور ضعیف ہوگے) تمہارا رعب اور تمہاری ہیبت دشمنوں کے دل سے نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں ضعف و سستی پیدا ہو جائیگی کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہن (ضعف و سستی) کیا چیز ہے؟ فرمایا۔ دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری۔

•

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اُمَرَاءُكُمْ خِيَارُكُمْ وَاَغْنِيَاءُكُمْ سُمَحَاءُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَاءُكُمْ شِرَارُكُمْ وَاَغْنِيَاءُكُمْ بُخَلَاءُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَاءِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔ رواہ الترمذی و قال هٰذا حديثٌ غريبٌ۔

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تمہارے امراء تمہارے بہتر لوگ ہوں اور دولت مند تمہارے سخی ہوں اور تمہارے امور باہمی مشورہ سے طے پائیں اس وقت زمین کی پشت تمہارے لئے زمین کے پیٹ سے بہتر ہوگی۔ (یعنی زندگی موت سے بہتر ہوگی) اور جبکہ تمہارے امراء تمہارے شریر و بدکار لوگ ہوں اور تمہارے دولتمند تمہارے بخیل ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے ہاتھ میں ہوں اس وقت تمہارے لئے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہوگا (یعنی تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہوگی)

•

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍؓ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِيْ حُلَّةٍ وَرَاحَ فِيْ حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ۔

ترجمہ :- حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا ہے جس نے علی ابن ابی طالبؓ سے سنا تھا یعنی علیؓ نے کہا کہ ہم لوگ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر آئے ان کے جسم پر اس وقت صرف ایک چادر تھی جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر رو پڑے کہ ایک زمانہ میں وہ کس قدر خوشحال تھے اور آج ان کی کیا حالت ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلوگے اور شام کو ایک جوڑا پہن کر نکلوگے۔ اور تمہارے سامنے کھانے کا ایک بڑا پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھا لیا جائے گا (یعنی انواع و اقسام کے کھانے تمہارے سامنے رکھے جائیں گے) اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردہ ڈالوگے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا —— یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس روز آج کے دن سے بہتر حال میں ہوں گے اس لئے کہ ہم کو اس وقت عبادت کے لئے کافی وقت ملے گا اور محنت و اشغال سے بے فکری ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں آج کے دن تم اس دن سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے
سہ ماہی ۳ روپے

فی پرچہ
۲۵ — پیسے

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر — ۶۷۵۲۵

شرح چندہ بیرونی ممالک

۱۔ سعودی عرب (۲) کویت (۳) ایران (۴) افریقہ
(۵) ملایا (۶) انگلینڈ (۷) ہانگ کانگ
کے لئے
عام ڈاک سے ۸۷ روپے ، ۱۸ روپے
ہوائی ڈاک سے .... ۵۴ روپے
امریکہ:- عام ڈاک سے ۴۴ روپے ۔ ہوائی ڈاک سے ۸۰ ، ۸۲ روپے

جلد نمبر — ۸

۱۷ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۶۳ء

شمارہ نمبر ۴۹

فرقہ دارانہ عصبیت کا شرمناک مظاہرہ

اوکاڑہ میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان اختلافات کا شاخسانہ نہایت ہی اندوہناک اور شرمناک صورت میں سامنے آیا ہے ۔ کس قدر شرم و ندامت اور افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان کہلانے والے ایک گروہ کے ساٹھ ستر آدمیوں نے لاٹھیوں اور تیز دھار آلوں سے مسلح ہو کر مسجد میں موجود صرف پانچ یا چھ نہتے نمازیوں پر حملہ کیا اور عین اس وقت جب کہ وہ اپنی پیشانیاں خدائے بے نیاز کے آگے جھکانے کے لئے تیار کھڑے تھے ان میں سے دو کو شہید اور تین کو بری طرح زخمی کیا —— اس سے بڑھ کر شقاوت قلبی ، درندگی اور بہیمیت کی نظیر اور کیا ہو سکتی ہے کہ خدا و رسولؐ کا نام لینے والے صحن مسجد میں خون مسلم کی ارزانی کا سامان کریں اور آن واحد میں خانۂ خدا کو مقتل میں تبدیل کر کے رکھ دیں ——

یہ معلوم کر کے ہمیں اور بھی صدمہ ہوا کہ شہید ہونے والے ہر دو نوجوان ، حافظ ، قاری اور منتہی عالم تھے ۔ زخمی ہونے والے بھی طالب العلم ہیں اور اس طرح یہ سب زخمی اور شہید ہونے والے نوجوان گویا اللہ کے مہمان تھے خانۂ خدا میں خدا کے مہمانوں سے یہ سلوک شعائر اللہ اور دین خداوندی کی کھلی ہوئی توہین اور رسول اللہؐ کی تعلیمات کے قطعی منافی ہے —— چنانچہ اس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے ۔ ہمیں یقین ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے گھر کو اللہ کے مہمانوں کے خون سے رنگین کیا ہے ۔ کبھی بارگاہِ ایزدی میں سرخرو نہیں ہو سکتے اور انشاء اللہ العزیز جلد ہی وہ اپنے انجام بد کو پہنچیں گے ——

اس حادثہ کا مزید افسوسناک پہلو یہ ہے کہ حملہ آوروں میں سے اکثر افراد قریبی دیہات سے درآمد کئے گئے تھے اور پولیس نے اپنے فرض کی بجا آوری میں دیانتداری سے کام نہیں لیا —— اگر پولیس عین وقوعہ کے وقت اپنی لائنوں کی بتیاں گل کر کے خاموش تماشائی کا کردار ادا نہ کرتی اور حالات پر فوری قابو پانے کی کوشش کرتی تو یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی ۔ بلکہ بلوائیوں کو جرأت ہی نہ ہوتی کہ وہ مسجد کا رخ کرتے —— بہر حال جہاں اس حادثہ کی ذمہ داری مقامی فتنہ پردازوں پر عائد ہوتی ہے وہیں اس قسم کے حالات پیدا کرنے کے اصل ذمہ دار وہ دین فروش ، علم سے عاری اجلاف کاشتکار اور دشمنان ملک و قوم خطباء و واعظین ہیں جنہوں نے ملک میں فرقہ دارانہ اختلاف کو عصبیت ، نفرت اور باہمی نفاق کا رنگ دینے کا شغل اختیار کر رکھا ہے —— اور جن کے جیب و دامن میں اس کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہ گیا کہ وہ قریہ قریہ اور شہر بہ شہر گھوم کر رسول اللہؐ کی امت کو آپس میں لڑائیں ، کفر کی سندیں تقسیم کریں اور اس طرح اپنے لئے پیٹ کا ایندھن فراہم کریں اور غالباً ایسے ہی ملاؤں کا طرزِ عمل دیکھ کر علامہ اقبال مرحوم نے ان پر سے "دین ملا فی سبیل اللہ فساد" کی پھبتی کسی تھی —— اور یہی وہ بدنام کنندگان دین و مذہب ہیں جن کا وجود ملک و ملت کے جسم پر پتے ہوئے ناسور سے کم حیثیت نہیں رکھتا اور جسے جس قدر جلد ممکن ہو کاٹ پھینکنا ہی وقت کا سب سے بڑا تقاضا اور حکومت کا فوری فرض ہے ——

اگر ان نازک حالات کی موجودگی میں بھی اس قسم کے منہ پھٹ دین فروشوں کو لگام نہ دی گئی تو ان کی ریشہ دوانیاں وہ رنگ لائیں گی ۔ کہ حکومت کے لئے بھی آئندہ چل کر ان کا سد باب مشکل ہو جائے گا اور ملک میں ہر طرف طوائف الملوکی اور انارکی کا دور دورہ نظر آئے گا ——

ہم عامۃ المسلمین سے دین و مذہب اور ملک و ملت کے حفظ و بقاء کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ فسادی عناصر سے خبردار رہیں ، ان کی دین کے نام پر دین کش حرکات سے بچیں —— اور حکومت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ اس صورت حال پر قابو پانے کا فوری اقدام کرے جہاں تک اوکاڑہ کے واقعہ کا تعلق ہے اس سلسلے میں حکومت کو چاہیئے کہ مکمل تحقیقات کے بعد حملہ آوروں کو سخت سے سخت اور عبرتناک سزا دے —— اور اپنے عمل سے کوئی ایسی بات ثابت نہ ہونے دے جس سے کسی نہ کسی پہلو دانستہ یا نادانستہ مجرمین کی حوصلہ افزائی کا کوئی پہلو نکلتا ہو —— ساتھ ہی حکومت کو ان عناصر کا کھوج لگا کر انہیں کیفر کردار تک پہنچانا چاہیئے جنہوں نے کسی نہ کسی انداز میں حملہ آوروں کی پشت پناہی کی ہو خواہ وہ پولیس والے ہوں ، غنڈہ عناصر ... سے تعلق رکھتے ہوں یا وہ مسجدوں کے حجرے آراستہ ... کرنے والے باریش بزرگ ہوں —— بلا تفریق ان کا سراغ لگا کر انہیں ان کے کئے کی سزا دینی چاہیئے ۔

اوکاڑہ کا فساد حکام کی فرض ناشناسی کا نتیجہ ہے

جناب مولانا غلام غوث ہزاروی ، ایم پی اے

مسلمانوں کے باہمی فساد و عناد پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے اس طرح کے واقعات کی اصل وجہ ایک دوسرے کے بزرگوں پر کیچڑ اچھالنا ہوا کرتا ہے ۔ مگر اس کی تہ میں حکام کی فرض ناشناسی اور بعض مقامات پر افسروں کی شر انگیزی کا بڑا دخل ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین کی مخالف طاقتوں اور پارٹیوں نے فرنگی کے اصول لڑاؤ اور حکومت کرو پر عمل کرنا ضروری سمجھا ہے —— میں نے اس سلسلہ میں صوبائی اسمبلی میں تحریک التواء ۵ اپریل کو پیش کی اگر وہ منظور ہو جاتی تو سرکاری کارروائیوں کے بہت سے پہلو ننگے ہو جاتے ۔ مگر جناب سپیکر صاحب نے اس کی اجازت نہ دی حالانکہ انسانوں کا مسجد میں بے گناہ قتل کیا جانا اس قابل نہ تھا کہ اس پر بحث نہ کی جاتی اور حکومت اور حکام کے طریق کار کی غلطیوں کو ظاہر نہ کیا جاتا مجھے علم ہے کہ اس آگ کو ہوا دینے یا اس خطرناک نتیجہ تک پہنچنے میں اسے ایس آئی گلشیر اور حوالدار کے عمل کو بڑا دخل ہے ۔ انہوں نے ایک بار اس مسجد کو تالا لگا کر حملہ آور فریق کو چابیاں دیدی تھیں ۔ اسی طرح مؤخر الذکر نے مسجد کمیٹی اور اس کے صدر کے متفقہ فیصلہ کے بعد جب کہ معاملہ سرد پڑ چکا تھا امام کو نماز نہ پڑھانے کا کہا ۔ تعجب ہے کہ وقوعہ کے دن مغرب کے بعد پیچھے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

خطبۂ یوم الجمعہ ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۵ اپریل سنہ ۱۹۶۳ء

مسلمان حُکّام اور عوام سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مُطابق فیصلوں کے پابند ہیں

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ ـــــ

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمۡ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ﴿۵۸﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾

(پارہ ۵ - سورۂ نساء - آیت ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں۔ پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو۔ تو اُسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف پھیرو، اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو۔ یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے

(پارہ ۵ - سورہ نساء آیت ۵۸، ۵۹)

حاشیہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

یہود میں یہ عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فیصل خصومات (جھگڑوں کے فیصلے) میں رشوت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی خاطر اور رعایت کر کے خلافِ حق حکم دیتے۔ اس لئے مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے اس آیت میں روکا گیا۔ منقول ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا۔ تو عثمان بن طلحہ کلید بردار (کنجی بردار) خانہ کعبہ نے کنجی دینے سے انکار کیا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کنجی چھین کر دروازہ کھول دیا۔ آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباس نے آپ سے درخواست کی کہ یہ کنجی مجھ کو مل جائے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالہ کی گئی۔

(دیکھو)

اللہ تعالے جو تم کو ادائے امانت اور عدل کے موافق حکم دینے کا حکم فرماتا ہے تمہارے لئے سراسر مفید ہے۔ اور اللہ تعالے تمہاری کھلی اور چھپی اور موجودہ اور آئندہ باتوں کو خوب جانتا ہے تو اب اگر تم کو کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تو حکم الٰہی کے مقابلہ میں اس کا اعتبار نہ ہو گا۔

پہلی آیت میں حکام کو عدل کا حکم فرما کر اب اوروں کو حکام کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت جبھی واجب ہوگی۔ جب وہ حق کی اطاعت کریں گے۔

فائدہ

حاکم اسلام بادشاہ یا اس کا صوبہ دار یا قاضی یا سردار لشکر اور جو کوئی کسی کام پر مقرر ہو۔ ان کے حکم ماننے ضروری ہیں۔ جب تک وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہ دیں۔ اگر خدا اور رسول کے حکم کے صریح خلاف کرے تو اس حکم کو ہرگز نہ مانے ـــــ

(چنانچہ اے مسلمانو!) اگر تم میں اور اولی الامر میں باہم اختلاف ہو جائے کہ حاکم کا یہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے مخالف؟ تو اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کر کے طے کر لیا کرو کہ وہ حکم فی الحقیقت اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف؟ اور جو بات محقق ہو جائے اُسی کو بالاتفاق مسلّم اور معمول بہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اختلاف کو دور کر دینا چاہیئے۔ اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے ـــ کیونکہ جس کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہو گا، وہ ضرور اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرے گا۔ اور ان کے حکم کی مخالفت سے بے حد ڈرے گا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ جو اللہ اور رسول کے حکم سے بھاگے گا وہ مسلمان نہیں ـــ اس لئے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں ـــ ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کریں دوسرے نے کہا میں شرع کو نہیں سمجھتا یا مجھ کو شرع سے کام نہیں تو اُس کو بے شک کافر کہیں گے

لہٰذا

اپنے متنازعات اور اختلافات کو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنا، اور اللہ اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرنی مفید ہے۔ آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے سے اس رجوع کا انجام بہتر ہے

حاصل

(۱) مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ جس جس کے ذمہ جو حقوق واجب ہیں (حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد) سب ادا کرتے رہیں۔

(۲)

احکام اور ارباب حل وعقد کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ اپنی رعیت کے کاموں میں جن کا انہیں امین بنایا گیا ہے پورا حق ادا کریں۔ اور ان کے درمیان عدل وانصاف کریں ـــ

(۳) ادائے حقوق اور عدل گستری کے باب میں کسی مسلمان کو غافل نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ جل شانہٗ انسان کے لفظ وقول کو بھی سنتا رہتا ہے اور اس کی نیتوں اور محرکات عمل پر بھی نظر رکھتا ہے۔ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ۝

(۴) انصاف کرتے وقت اتباعِ کتاب وسنت اور اس کے بعد مسلمانوں میں سے اولی الامر کی مخالفت نہ ہونے پائے ـــ

(۵) اولی الامر سے اختلاف رائے ہو جائے تو مسلکِ کتاب وسنت جس کی تائید کرے۔ اس کو مانا جائے ـــ

(۶) خدا اور رسول کی اطاعت بلا شرط ہے لیکن اولی الامر کی اطاعت کتاب وسنت کی مطابقت سے مشروط ہے ـــ

(۷) مطاع اصلی اور حاکم حقیقی صرف اللہ تعالے ہے رسول مطاعِ مطلق اس اعتبار سے ہیں کہ اللہ کے احکام کے وہی پہنچانے والے اور وہی ان احکام کی شرح وتفصیل کرنے والے ہیں ـــ اولو الامر مستقل مطاع نہیں ـــ وہ مطاع صرف اسی حیثیت سے ہیں۔ کہ وہ مسلمان اور احکام شریعت کے نافذ کرنے والے یا بعض جزئیات میں شرح کرنے والے ہیں۔

(۸) اللہ کی اطاعت کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنے سے ہر وقت ممکن ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی کوئی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بجز اس کے ممکن نہیں۔ کہ دفتر احادیث وسنن کی طرف رجوع کیا جائے۔ چنانچہ

اس سے حدیث وسنت کی حجیت اور فرقۂ اہل قرآن کا رد خود قرآنِ عزیز سے ثابت ہوتا ہے

(۹) اس تصریح نے کہ اولوالامر سے اختلاف بالکل جائز ہے اور آخری اپیل کتاب وسنت ہی کی عدالت میں ہونی چاہیئے کہ وہی ساری شریعت کا ماخذ ہے یہ حقیقت بھی ثابت کردی کہ رسول معصومؐ کے بعد مستقل ائمہ معصومین کا وجود تسلیم کرنا از روئے قرآن صحیح نہیں ورنہ اولوالامر کی اطاعت بھی بغیر کسی شرط کے ہوتی اور ان سے اختلاف نہ کیا جاسکتا چنانچہ امام وقت بھی اپنی ساری بزرگیوں کے باوجود بہرحال غیر معصوم ہی ہوتا ہے۔

(۱۰) جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم سے بھاگے گا وہ مسلمان نہیں۔ شریعت حقہ کی مخالفت کفر صریح ہے ——

کوئی شخص مومن ہوتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں شریعت کو کچھ نہیں سمجھتا، شرع سے مجھے کوئی سروکار نہیں یا قرآن وحدیث سے فیصلہ حاصل کرنے کی بجائے میں غیر اسلامی قوانین کی طرف رجوع کرتا ہوں —— مومن صرف کتاب وسنت کے مطابق قانون کی طرف ہی رجوع کرے گا ——

(تلك عشرة كاملة)

اسلام کی روح

محترم حضرات! آیات بالا میں سے پہلی آیت دینِ حق کا خلاصہ اور اسلام کی روح ہے درحقیقت دین اسلام دو چیزوں سے عبارت ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد —— اس میں دونوں کے ادا کرنے کا حکم ہے اور یہ بات واضح کی گئی ہے کہ انسان امانتیں امانت والوں یعنی اصل مستحق اور اہل لوگوں کے سپرد کرے —— نااہلوں کے حوالے نہ کرے امانات کے اندر جملہ حقوق آگئے جن کی ادائیگی واجب ہے۔ اور اہلہا سے وہ سب مراد ہیں جن کے متعلق وہ فرائض عائد ہوتے ہیں مقصد یہ ہوا کہ جس جس مسلمان کے ذمہ جو جو حقوق ہیں وہ ادا کرتے رہو جسم اور جان اللہ کی امانت ہیں انہیں اللہ کی راہ میں صرف کرو۔ اسی کے حکم کے مطابق اپنی زندگی کو چلاؤ ——

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیارے رسول جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت امت کے سپرد ہے —— اس کا حق ادا کرو —— بیوی، بچوں، رشتہ داروں، برادری اور ملک وقوم کے جو حقوق آپ کے ذمہ ہیں انہیں ادا کرو —— حتیٰ کہ اس دور میں ووٹ بھی ایک بہت بڑی قومی امانت ہے۔ لہٰذا ووٹ کسی نااہل اور دشمن دین وایمان کو نہ دو۔ کہ یہ بھی بہت بڑی ملکی وملی خیانت ہوگی ——

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ سال کی جلاوطنی کے بعد جب مارچ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس آئے تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں ہندوستانی مسلمانوں کو ووٹ کی قیمت سمجھانے ہندوستان آیا ہوں —— اور پھر آپ نے دیکھا کہ ووٹ کے صحیح استعمال ہی سے پاکستان معرض وجود میں آیا۔

اس آیت میں دینی ودنیوی، ملکی وملی ہر قسم کی خیانت سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ دوسرا حکم اس آیت میں عدل وانصاف کا ہے رشوت وبددیانتی اور رعایت وجانبداری سے فیصلہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ کیونکہ حق وصداقت کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور عدل وانصاف کا خون نہ کرنا بہت بڑا کام ہے —— عدل وانصاف سے ہی قیام امن اور بقائے عالم وابستہ ہے اور یہی سچے دین کی روح ہے ——

کن کی اطاعت کی جائے؟

دوسری آیت اسلام کے سیاسی اور ملکی نظام کی روح اور اصل الاصول کی کنجی ہے —— اس میں نہایت ہی اہم اور بنیادی مسئلہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے معاملات میں کس کا کہا مانے اور کس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے؟

اس قدر اہم بنیادی اور اصولی بات کو ایک جملہ میں واضح فرما دینا صرف اللہ جل شانہٗ کے کلام بلاغت نظام کا معجزہ ہے —— بے شمار غلط فہمیوں کا ازالہ اس آیت سے ہو جاتا ہے، بے اندازہ خرابیوں کا قلع قمع کرکے یہ آیت رکھ دیتی ہے اور وہ تمام بندھن ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں جو انسانوں نے خواہ مخواہ اپنے اوپر ٹھونس رکھے ہیں۔

کس قدر مختصر، بلیغ اور جامع حکم ہے:-

اے ایمان والو!

(۱) اللہ کی اطاعت کرو (۲) رسول کی اطاعت کرو (۳) حاکم کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہو۔

اللہ کی اطاعت اس کے بھیجے ہوئے قانون کے ذریعہ سے ہوگی —— یہ اللہ کی سنتِ قدیمہ ہے کہ وہ ہر دور میں بندوں کو اپنی مرضی سے آگاہ کیا کرتا ہے —— جس نے اس کے احکام کو مانا۔ کامیاب ہوا اور جس نے نہ مانا خائب خاسر ہوا ——

رسول اللہ کی اطاعت ان کے کردار، گفتار اور رفتار کی پیروی سے ہوگی —— اور یہ احادیث وسنن کی صورت میں محفوظ ہیں ——

ہر بستی اور ہر قریہ میں اللہ کی طرف سے رسول آئے آخر میں سید دو عالم، روح دو عالم، رحمت دو عالم جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین اور خاتم النبیین بن کر آئے —— آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور وہ راہیں دنیا سے اٹھالی گئیں جو نبی بنا کرتی تھیں —— اب قیامت تک کے لئے صرف آپ کا اسوۂ حسنہ مشعل راہ اور نشان منزل ہے —— جو آپ کے اسوۂ پہ چلے گا کامیاب وکامران ہوگا —— عنایاتِ خداوندی کا مستوجب ہوگا۔ اور اللہ کا محبوب بنے گا جو آپ کی راہ سے ہٹے گا، آپ کے طریق سے روگردانی کرے گا، آپ کی سنت سے منہ موڑے گا۔ آپ کے وضع کردہ قوانین اور اصولوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ ذلیل ورسوا ہوگا، خوار وزبوں حال ہوگا۔ اور تا ابد رحمتِ خداوندی اور عنایات الٰہیہ سے محروم رہے گا ——

حاکم کی اطاعت اس کے نافذ کردہ قوانین اور ہدایات کے ذریعہ کی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ حاکم مسلمانوں میں سے ہو —— منکم کی شرط نے ہر فاسق وفاجر اور اللہ اور رسول کے باغی کی اطاعت سے مسلمانوں کو آزاد کردیا —— ظاہر ہے اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ کسی ایسے حاکم کی اطاعت کی جائے گی جو اللہ اور رسول کو نہ مانتا ہو اور نہ ایسے معاملہ میں اطاعت کی جائے گی جو اللہ اور رسول کی مرضی کے خلاف ہو —— اور نہ ایسے قوانین کی پابندی مسلمان کے لئے خدا کی طرف سے لازم ہے جو اللہ اور رسول کے قوانین کے خلاف ہو ——

یہی وجہ ہے ہمارے علماء نے بڑے بڑے جابر، قاہر اور زبردست حکمرانوں کی مخالفت کھلم کھلا کی اور گردنیں تو کٹوا دیں۔ مگر ان کے غیر اسلامی قوانین کے سامنے سر نہ جھکایا۔ تاریخ اسلام اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے اور دور نہ جایئے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ جب اس ہندوستان کی سرزمین پر یونین جیک لہراتا تھا، اور ہندوستان کی زمین غیر ملکی حکمرانوں کی درندگی اور ظلم وجور کے باعث مسلمانوں پر تنگ ہوچکی تھی۔ علمائے حق نے دینِ حق کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا یہ تو ہوا کہ ان میں سے اکثر خاک وخون میں نہائے، ہزاروں ان میں سے تختۂ دار پر لٹک گئے اور کالے پانی کے ویرانے انہیں کے دم قدم سے آباد ہوئے مگر ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہ آئی بلکہ ان کا شوقِ شہادت فزوں سے فزوں تر ہوتا گیا خدا کی کروڑوں رحمتیں ہوں ان نفوس قدسیہ اور جانبازانِ ملت پر کہ جنہوں نے اپنی جانیں دے کر حق وصداقت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سنبھالا دیا اور جنہوں نے اپنے خون کے چراغ جلا کر آنے والی نسلوں کے لئے سنت حسینی کا اجالا فراہم کیا

بزرگان محترم!

حق وصداقت پہ قائم رہنا اور تلوار کی دھار پہ بھی اعلان حق کرنا کوئی معمولی بات نہیں اسی لئے حکیم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ——

اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا بہت بڑا جہاد ہے۔

تمام اختلافات کا ایک ہی فیصلہ

آیت کے آخر میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے اختلافات اور جھگڑوں کو اللہ اور۔ اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو گے اور ان کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا —— آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے کی نسبت خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا انجام ہر حال میں بہتر ہے۔ دنیا میں بھی یہی ذریعۂ امن و راحت ہے اور آخرت میں بھی وسیلۂ نجات و سعادت ——

لیکن

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں، تقسیم میراث کے معاملہ میں ان کے اختلافات ہوتے ہیں۔ شادی و نکاح کے معاملات میں ایک دوسرے سے اڑ بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح … سینکڑوں جھگڑے مسلمانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن وہ قرآن سے فیصلہ حاصل کرنے کی بجائے غیر اسلامی قوانین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ احکام خداوندی کی صریح خلاف ورزی ہے اور ان کی عقل پر اس قدر پردہ پڑا ہوا ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس طرح یہاں بھی معاملات طے نہیں ہوتے، عاقبت بھی بگڑتی ہے اور وہ خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق بھی بنتے ہیں پس ان کی نظر صرف عارضی اور قریبی نتائج پر رہتی ہے اور حرص و ہوا انہیں اندھا کر دیتی ہے لیکن اگر وہ اللہ کا حکم مانیں تو ان کا انجام بھی بہتر ہو اور دنیا میں بھی سرخرو ہوں بلاوجہ کے جھگڑوں اور دشمنوں سے بچ جائیں۔

اب اس سلسلے میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سن لیجئے :-

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ وِزْرًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے میری اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر (حاکم وقت) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر (حاکم وقت) کی نافرمانی کی میری نافرمانی کی۔ اور واضح ہو کہ امام (حاکم یا خلیفہ) ڈھال کی مانند ہے جس کے پیچھے جنگ کی جاتی ہے (یعنی جس کے اقتدار کے ماتحت، دشمنوں سے جنگ کی جاتی ہے) اور جس کی نگرانی امن و عافیت حاصل کی جاتی ہے۔ پس جو حاکم خدا سے ڈر کر اس کے حکم کے موافق حکمرانی کرے اور انصاف سے کام لے اس کو اس کے سبب سے اجر ملے گا۔ اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا

گناہ کے کام میں امام کی کوئی اطاعت نہیں

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ خواہ وہ حکم پسند نہ آئے جب تک حاکم کسی گناہ کا حکم نہ دے اور جب وہ کسی گناہ کا حکم دے تو مسلمان پر اس کی اطاعت واجب نہیں۔

اطاعتِ امیر صرف نیک کاموں میں واجب ہے

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ فِیْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت علیؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کسی گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت واجب نہیں۔ اطاعت صرف نیک کاموں میں واجب ہے۔

بہترین حاکم اور بدترین حاکم

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ نِ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ اَلَا مَنْ وُّلِّیَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِیْ شَيْئًا مِّنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَاْتِیْ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمہارے حاکموں میں سے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو۔ اور وہ تم سے محبت کریں۔ اور جن کے لئے تم دعا کرو۔ اور وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور لعنت کرو تم ان پر اور وہ تم پر لعنت کریں۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے یعنی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم ان بدترین حاکموں کو معزول نہ کر دیں۔ اور جو عہد ان سے کیا ہے اس کو نہ توڑ دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جب تک وہ قائم کریں تم میں نماز، جب تک وہ قائم کریں تم میں نماز خبردار جو شخص تم پر حاکم بنایا جائے اور تم اس کے کسی ایسے فعل کو دیکھو جو خدا کی نافرمانی پر مبنی ہے تو تم اس کے اس فعل کو برا سمجھو اور اس کے اطاعت سے دست بردار نہ ہو——

فرض سے برأت

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَآءُ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَّنْ رَضِیَ وَتَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا لَا مَا صَلَّوْا اَیْ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَاَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ وَاَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم پر ایسے حاکم مقرر کئے جائیں گے جو اچھے کام بھی کریں گے اور برے کام بھی کریں۔ پس جس شخص نے انکار کیا یعنی اس کے برے فعل کی نسبت اس کے منہ پر کہہ دیا کہ تمہارا یہ فعل شریعت کے خلاف ہے۔ وہ اپنے فرض سے بری ہو گیا۔ اور جس شخص نے ایسا نہ کیا یعنی اس کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ زبان سے کہہ دے۔ لیکن دل میں اس کے فعل کو برا سمجھا وہ سالم رہا (یعنی اس کے گناہ میں شریک ہونے سے محفوظ رہا) لیکن جو شخص ان کے فعل پر راضی ہوا اور ان کی پیروی کی۔ وہ ان کے گناہ میں شریک ہوا صحابہؓ نے عرض کیا کیا ان سے لڑیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھیں نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھیں

ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی؟

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی ——— (شیخوپورہ)

عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم کے صاحبزادے تھے۔ والدہ ماجدہ، ام عاصم، عاصم بن عمر بن خطاب کی صاحبزادی تھیں ۶۳-۶۱ھ میں مقام علوان، مضافات مصر میں پیدا ہوئے۔ اور دولت وحکومت کی آغوش میں پلے، بچپن ہی سے علم و تقویٰ کی طرف میلان تھا۔ تھوڑی ہی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ باپ نے طبیعت کا میلان دیکھ کر مدینہ منورہ کے مشہور محدث صالح بن کیسان کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے بھیج دیا۔

زمانہ طالب علمی میں ایک دن ان کی نماز باجماعت فوت ہوگئی۔ استاد نے جواب طلب کیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا۔ اماں میرے بال سنوار رہی تھی۔ صالح نے عبدالعزیز کو جو اس زمانہ میں مصر کے والی تھے۔ واقعہ کی اطلاع دی اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ عبدالعزیزؒ نے فوراً ایک قاصد کو مصر سے روانہ کیا۔ جس نے عمر بن عبدالعزیز سے کسی قسم کی گفتگو کئے بغیر ان کے بال مونڈ دیئے۔

عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ حج کے لئے آئے تو مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ صالح ابن کیسان سے پوچھا، کہیئے بچہ کا کیا حال ہے۔ صالح نے جواب دیا کہ میں نے تو عمر سے زیادہ کسی بچہ کے دل کو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے لبریز نہ پایا۔

صالح ابن کیسان کے علاوہ عمر بن عبدالعزیز نے دوسرے صلحائے مدینہ سے استفادہ کیا۔ حضرت انسؓ بن مالک، سائب بن یزید، یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ عبداللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابہؓ کرام وتابعین عظام کے خلفاء کے درس میں شریک ہوئے۔ فطری صلاحیت اور اکابر ملت کی صحبت کا یہ نتیجہ ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔

"میں تابعین میں سے بجز عمر بن عبدالعزیزؒ کے کسی کے قول کو حجت نہیں سمجھتا۔ طالب علمی ہی کے زمانہ میں آپ کی ہمت بلند اور ارادے نیک تھے۔ حکومت امویہ کو آپ.. خلافت راشدہ کے سانچوں میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں کہ ایک دن عمر بن عبدالعزیزؒ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو کسی نے کہا آپ کو دیکھو آپ مدینہ میں کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کرنے آئے ہیں۔ اور یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ سنت فاروقی کی پیروی کریں۔ یہ خوش۔ داؤد کہتے ہیں کہ خدا کی قسم، اس نوجوان نے جو ارادہ کیا تھا۔ وہ پورا کر کے دکھا دیا۔

جوان ہوئے تو عبدالملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ سے شادی ہوئی۔ اور بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہوئے تاہم مسند حکومت پر فائز ہو کر بھی دولت دینی کو ہاتھ سے نہ دیا، ولید نے جب انہیں مدینہ منورہ کی گورنری پر مامور کیا تو اس سے یہ شرط ٹھہرا لی کہ وہ دوسرے حکام کی طرح ظلم نہ کریں گے

خلافت ملنے پر آپؒ کا خطبہ

برادران ملت بالنفس انسانی کی کمزوری سے میں بھی خالی نہیں ہوں، میں بھی اپنے پہلو میں ایک حریص دل رکھتا ہوں اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب وہ کسی ایک مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے تو اس سے بالاتر مرتبہ کے حصول کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ تخت خلافت کے حصول کے بعد وہ اس سے بلند مرتبہ کے حصول کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ اور وہ منزل جنت ہے میری آپ سے درخواست ہے۔ کہ آپ ازراہ کرم اس خواہش کی تکمیل میں میری مدد کریں

بیعت سے فراغت کے بعد گھر میں تشریف لائے تو بے حد مغموم تھے۔ غلام نے پوچھا۔ حضرت آپ اس قدر متفکر کیوں ہیں؟ آپ نے جواب دیا میرا فکر بے جا نہیں ہے۔ مشرق ومغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کے حقوق کی ادائیگی میرے ذمہ نہ ہو۔ خواہ وہ طلب کرے یا نہ کرے۔

پھر اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا۔ کہ میرے طرز زندگی کے ساتھ اگر تم نباہ دیکھو تو میرے ساتھ رہو۔ ورنہ تمہیں اختیار ہے کہ اپنے میکے چلی جاؤ۔ نیک نفس بیوی یہ سن کر رونے لگیں پھر بولیں ہر حال میں تمہاری شریک زندگی ہوں

فدک سے دست برداری

فدک خیبر کا ایک گاؤں تھا۔ فتح خیبر کے بعد جناب رسول اکرمؐ نے اسے خالصہ، قرار دے لیا تھا۔ اس کی آمدنی کو آپ اہل بیت اور بنی ہاشم کی ضروریات میں خرچ کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہؓ نے باپ کے ورثہ ہونے کی حیثیت سے حضرت صدیق اکبرؓ سے اس کا مطالبہ کیا آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ البتہ میں انہیں مصارف میں خرچ کرتا رہوں گا۔ جس میں رسول اللہؐ خرچ فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ فدک کی آمدنی انہیں مصارف میں خرچ ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ مروان بن حکم نے اسے غاصبانہ طور پہ اپنے خاندان کے لئے مخصوص کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک وہ بنی مروان کی جاگیر رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب عنان حکومت ہاتھ میں لی تو آپ نے بنی مروان کو جمع کر کے فدک کی صحیح حیثیت واضح کر دی۔ پھر فرمایا کہ میں اسے بنی ہاشم کی تحویل میں تو نہیں دے سکتا، کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے خود اپنے عہد میں ایسا نہیں کیا۔ لیکن میں انہیں مصارف کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ جن میں وہ رسول اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے عہد میں صرف ہوتا رہا۔

آپ کے زمانہ بچپن میں گھوڑے نے منہ پر لات ماردی تھی۔ جس کی وجہ سے چہرہ پر چوٹ کا داغ آگیا تھا اس وقت آپ کے والد آپ کے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے کہ تو اگر بنو امیہ کا داغدار ہے تو سعادت مند ہے (ابن عساکر)

حضرت عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں ایک شخص ہوگا۔ جس کے چہرہ پر داغ ہوگا وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا (ترمذی)

آپ کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہوا۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کاش میں داغدار بیٹے کا زمانہ پاتا۔ جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ اس وقت دنیا ظلم سے بھری ہوئی ہوگی (ابن سعد)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ قیامت اس وقت تک نہ ہوگی۔ جب تک کہ حضرت عمر بن خطابؓ کی اولاد سے آپ ہی کے مثل خلیفہ پیدا نہ ہو۔ آپ خلافت سے پہلے ہی نہایت صالح تھے۔ مگر آپ تنعم میں بہت زیادہ مبالغہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے عیب جویاں آپ پہ ہمیشہ یہ الزام لگایا کرتے تھے۔ کہ عمر بن عبدالعزیز کی چال نہایت مغرورانہ اور متکبرانہ ہے۔

ابوہاشم کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور اس نے اپنا خواب بیان کیا۔ کہ جناب رسول اللہؐ تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے دائیں اور حضرت عمر فاروقؓ بائیں تشریف رکھتے ہیں۔ اور آپ جناب رسول اللہؐ کے سامنے بیٹھے ہیں اتنے میں دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔ رسول اللہؐ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس وقت تم خلیفہ ہو جاؤ تو ان دو شخصوں (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ) کے قدم بقدم چلنا۔ یہ سن کر حضرت عمرؒ نے قسم کھا کر گزارش کی کہ حضورؐ یہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ جب راوی نے اپنے اس خواب پر قسم کھائی تو حضرت عمر بن

عبدالعزیز بہت روئے

سیرت حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ

حکومت وسلطنت، علم وفضل، زہد وقناعت اور عبادت وریاضت کے حیرتناک مناظر اگر آپ کو پہلو بہ پہلو دیکھتے ہوں تو سیرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کا مطالعہ کیجئے۔

آپ کا بچپن

آپنے دولت وثروت کے آغوش میں آنکھ کھولی تعیش وتنعم کے گہوارہ میں پلے بڑھے۔ مگر آپنے اپنے سینہ کو علم نبوت کا گنجینہ بنایا اور اپنے دامن دل کو دولت آخرت سے پر کرنا پسند کیا

ہوسکتا تھا کہ آپ ابوذر غفاریؓ کی طرح دنیا کو تین طلاقیں دیدیتے یا ابراہیم ادھمؒ کی طرح مسند حکومت کو ٹھکرا دیتے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو تاریخ اسلام اس صفحۂ زرین سے خالی ہوتی جو یورپ، افریقہ اور ایشیا تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک مہذب ومتمدن حکومت کے فرمانروا کو خلیفۂ راشد کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ حکومت کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے۔

آپ کو حکومت غیر متوقع طور پر نہیں ملی آپنے اس کے لئے شروع ہی سے اپنے آپ کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا اور سنت نبویؐ اور سنت خلفائے راشدین کی روشنی میں حکومت اسلامیہ کے رخ زیبا کو قیصریت وکسرائیت کے دھبوں سے پاک وصاف کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

آپ کی تعلیم

جب آپ کچھ بڑے ہوئے تو آپ کے والد امیر عبدالعزیزؒ نے آپ کو دمشق سے اپنے دارالامارت مصر میں لے جانا چاہا۔ مگر آپنے فرمایا اے باپ! کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ مجھے مصر کی بجائے مدینہ منورہ حاضر ہونے کی اجازت دی جائے میں چاہتا ہوں۔ کہ وہاں رہ کر علماء وفقہا کی صحبت سے استفادہ کروں باپ نے اجازت دے دی۔

ذہانت وفطانت، شوق ومحنت اور ریاست کی اعانت نے مل کر آپ کو اس درجہ پہنچا دیا۔ کہ آپ کے لئے تخت حکومت مقدر نہ ہوچکا ہوتا۔ تو آپ مسند علم وفضل کے صدر نشین ہوتے

ابونصر مدینی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن سلیمان ابن لیسار کو عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کی قیامگاہ سے نکلتے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا کیا آپ انہیں پڑھاتے ہیں؟ سلیمان نے جواب دیا، ہاں لیکن خدا کی قسم، وہ ہم سب سے زیادہ جانتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ ہم عمر بن عبدالعزیزؒ کو پڑھانے آئے مگر ان سے پڑھ کر اٹھے

میمون بن مہران کا قول ہے "عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کے سامنے علمائے وقت کی حیثیت شاگردوں کی سی ہے"

لیث کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جو عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھ چکا ہے کہ ہم نے جس مسئلہ کی بھی تحقیق کی عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس کے اصول وفروع پر سب سے زیادہ حاوی پایا۔

علم وفضل کی اس دولت بے پایاں کو آپ کس مقصد کے لئے جمع کرتے تھے؟ داؤد بن ابی ہند کی روایت سے تصریح ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ سنت فاروقی کو زندہ کیا جائے اور خلافت راشدہ کے ٹوٹے ہوئے نظام کی دوبارہ شیرازہ بندی ہو

آپ کی خلافت

خلافت راشدہ کا سنگ بنیاد شوریٰ ہے یعنی احکام اسلام کے نفاذ کی ذمہ داری جس شخص سے متعلق ہو وہ جمہور کی رائے سے منتخب ہوا ہو۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو جمع کرکے اعلان کیا۔

"لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے کے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریاں سپرد کردی گئی ہیں میری اطاعت کا جو طوق جبریہ تمہاری گردنوں میں ڈالا گیا ہے۔ میں اسے خود اتارے دیتا ہوں تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کرلو۔" آپ کی اس تقریر پر ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔

"ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے ہم آپ کی خلافت پر راضی ہیں"

اس کے بعد آپ نے اپنے خطبۂ خلافت میں اپنے نظام عمل کی وضاحت کی، قول بغیر عمل کے دل میں گھر نہیں کرتا اس لئے آپ نے اصلاح امت کے لئے اپنی ذات کو ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ اپنی چہیتی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کا (جو بقول ایک شاعر کے ایک شہنشاہ کی بیٹی، کئی شہنشاہوں کی بہن اور ایک شہنشاہ کی بیوی تھی) ایک ایک چھلا اترواکر بیت المال میں داخل کرادیا، فاطمہ کو ان کے باپ عبدالملک نے ایک بیش قیمت ہیرا دیا تھا جو انہیں بہت عزیز تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے بھی نہ چھوڑا، اور صاف کہہ دیا۔ "یا ہیرا بیت المال میں داخل کردو۔ یا مجھے چھوڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

عنان حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے ترفع وتنعم میں کسی سے کم نہ تھے۔ جب مدینہ منورہ کی ولایت پر تقرر ہوا۔ تو تیس اونٹوں پر آپ کا ذاتی سامان لدا ہوا تھا۔ بہتر سے بہتر قمیص پیش کی جاتی مگر فرماتے کہ اچھی ہے مگر کھردری ہے۔ مگر جب خلیفہ کی حیثیت سے ملت کے سامنے آئے تو طرز زندگی ہی بدل گیا۔ کملی کی قمیص زیب بدن ہوتی تھی۔ پھٹتی جاتی تھی۔ اور اس پر پیوند لگتے جاتے تھے

مرض الموت میں جب قمیص بہت میلی ہوگئی تو مسلمہ بن عبدالملک نے بہن فاطمہ سے کہا لوگ عیادت کو آتے ہیں۔ دوسری صاف قمیص بدلوادو۔ بہن خاموش ہورہی۔ جب دوبارہ بھائی نے کہا تو بولی دوسری قمیص ہی نہیں۔ بدلواؤں کہاں سے؟

مسور کی دال کھانے کے لئے تجویز کی تھی۔ کہ اس سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ اور آنسوؤں کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے بن بانس کی کھپچیاں اور ان پر ایک مٹی کا ٹھیکرا یہ آپ کا شمعدان تھا۔

آپ کی یہی ایک سادگی تھی، جس کی بنا پر ابوسلیمان درانی نے کہا۔ کہ عمر بن عبدالعزیزؒ اویس قرنی خیر التابعین سے بھی زہد میں آگے ہیں۔ اور وجہ یہ بتائی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس دنیا پوری آن بان کے ساتھ آئی اور انہوں نے اسے ٹھکرایا۔ اور اویس قرنیؒ کو دنیا سے سابقہ ہی نہیں پڑا۔

اسی طرح مالک بن دینارؒ سے منقول ہے آپنے فرمایا لوگ کہتے ہیں۔ مالک زاہد ہے، مالک کا زہد کیا؟ زاہد عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں کہ دنیا مونہہ کھولے ہوئے ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اس سے منہ موڑلیا

خشوع وخضوع اور رقت قلب کا یہ حال تھا۔ کہ جب موت کا ذکر آتا تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی — وَإِذَآ أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ ۰ (پ ۱۸ ع ۱۶)

ترجمہ: اور جب اس کے اندر ایک تنگ جگہ میں حوالے کئے جائیں گے ایک زنجیر میں کئی کئی بندھے ہوئے۔

اس کو سن کر آپ اس قدر روئے کہ گھگی بندھ گئی۔ آخر مجلس سے اٹھ کر گھر چلے گئے۔ آپ کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھ کر مصلے پر بیٹھ جاتے اور روتے رہتے۔ یہاں تک کہ آنکھ جھپک جاتی، جب آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگتے اور یہی سلسلہ صبح تک رہتا۔ کثرت گریہ سے بعض اوقات آپکے آنسوؤں میں سرخی جھلکنے لگتی۔

عبادت کے لئے ایک حجرہ مخصوص تھا۔ وہاں ایک موٹی کملی اور ایک لوہے کا طوق رکھا تھا۔ جب اس میں داخل ہوتے کملی پہن لیتے اور طوق گردن میں ڈال لیتے۔ جب صبح کو عبادت سے فارغ ہوکر نکلتے تو حجرہ کو تالا لگا دیتے۔ وصال کے بعد یزید نے اسے اس خیال سے کھولا کہ شاید کچھ خزانہ محفوظ کیا ہو مگر دیکھا تو ایک موٹی کملی اور طوق کے سوا کچھ نہ تھا۔

اپنے بعد اپنے خاندان کی طرف توجہ کی۔ بنی امیہ نے بہت سی املاک ناحق دبا رکھی تھیں ان سے چھین کر ان کے حقداروں کو واپس کیں پھر عام منادی کرادی کہ کسی کا حق کسی نے دبا رکھا ہو تو وہ مطالبہ پیش کرے

ایک ذمی نے عباس بن ولید کے برخلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میری زمین غصب کرلی ہے شہزادہ عباس برابر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

باقی بر صفحہ ۱۶

حسنِ انتخاب

استاذ عبدالقادر السباعی شام — ترجمہ محمد اجتبا ندوی

ازدواجی زندگی ایک پائیدار اور منظم خاندان کی روح اور محرک ہے جس میں فرائض اور حقوق کی شناخت اور حفاظت ہوتی ہے۔ شادی ایک ایسا روحانی تعلق ہے جس سے انسان حیوانیت سے برتر ہو کر ترقی اور سکون کی منزلیں طے کرتا ہے، اور یہ نفسیاتی اور روحانی تعلق وہی الفت اور محبت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے دلوں کے گوشوں میں موجزن بنا دیا ہے جس کو ہم نفسیاتی ہم آہنگی کہتے ہیں۔ اسلامی شریعت نے ہر چیز میں دونوں کے درمیان یکتائی اور مساوات کا حکم دیا ہے۔ البتہ خاندان کی سرداری اور اس کے انتظامی امور کی ذمہ داری شوہر کو عطا کی گئی ہے۔ "اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ"

شادی صلہ رحمی کا سبب ہے!

شادی اتنا بڑا اور گہرا تعلق ہے۔ کہ جو دو شخصوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے۔ اور وہ ایسا رشتہ ہے۔ جس سے ہر دو بیوی شوہر ساری مادی اور روحانی چیزوں میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازدواجی رشتہ کو الفت وصلہ رحمی کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہم آہنگی ہمیشہ سے تعارف اور الفت کا سبب رہی ہے۔ اور انسان کا نفس ہمیشہ اپنے ہم مذاق اور ہم مزاج سے میل کھاتا ہے۔ اور اس تعلقات کو استوار کرتا ہے۔ اور اس کو پائیدار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے ازدواجی تعلق کو پاکیزہ اور صحیح بنیادوں پر قائم کرنا چاہئیے۔ تاکہ اس سے وہ روحانی تعلق پختہ اور گہرا ہو جسے سکون واستقلال اور محبت وصلہ رحمی کہتے ہیں۔ اسی الفت ومحبت کے نتیجہ میں حسن سلوک، پاکیزگی اور پاک دامنی وعفت رونما ہوتی ہے

اسی وجہ سے مناسب ہے۔ کہ شادی سے انسان کا مقصد نسل کی حفاظت، گھر و مال کی حفاظت و انتظام ہو، اور بیوی کو عقل مند، پاکدامن، باحیا، نرم دل، خوش گفتار اور نیک کردار و اطاعت گزار ہونا چاہئیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ: "دنیا ساری کی ساری پونجی ہے۔ اور اس کی بہترین پونجی نیک عورت ہے"، کیونکہ وہ ازدواجی زندگی کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے شوہر کی دینی اور دنیاوی معاملات میں مدد دیتی ہے —— اور فرمایا کہ۔ "چار چیزیں جس کو عطا کی گئیں تو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال کر دیا گیا (۱) شکر کرنے والا دل (۲) ذکر کرنے والی زبان (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن اور (۴) ایسی بیوی جو اپنے نفس اور اس کے مال کے بارے میں گناہ آلودہ نہ ہو"

جو شخص ان روحانی پہلو، حسن واخلاق، اور نیک کردار نظر انداز کر کے مادی اور ظاہری بنیاد پر بیوی کا انتخاب کرتا ہے۔ تو وہ اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں تباہی وبربادی کے دامن میں ڈال دیتا ہے، کیونکہ یہ مادی چمک دمک جلد زائل ہو جائے گی۔ لیکن وہ روحانی قدریں زمانہ کے الٹ پھیر سے خوشگوار اور محبوب اور خوش آئند ہوتی جائینگی

اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت سے شادی کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

"عورتوں سے ان کی خوب صورتی کی وجہ سے شادی نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ ان کی خوبصورتی انھیں ہلاک کر دے —— اور ان کی دولت کے باعث ان سے شادی نہ کرو۔ ممکن ہے کہ دولت انھیں سرکش بنا دے۔ لیکن ان کی دینداری کی بنا پر شادی کرو۔ اور دیندار سیاہ لونڈی افضل ہے"

بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ، گھر ہے جس میں اس کی والدہ ابتدائی اسباق اس کے دل و دماغ کے گوشوں میں جاگزیں کرتی ہے اور اس بچے پر جتنا بڑا اثر اس کی والدہ کا پڑتا ہے کسی اور چیز کا نہیں پڑ سکتا ہے کیونکہ اس کا دل بچہ کا پہلا اسکول ہوتا ہے ساری عظیم المرتبت اور عظیم الشان شخصیتیں اپنی ماؤں کی عظمت وکردار کی وارث ہوتی ہیں۔ اسی لئے والدہ کے مزاج، ذوق اور خاندانی روایات اور اس کے سلوک وکردار کا اثر بچے کے ذہن ودماغ پر پڑتا ہے۔

اسی لئے ضروری ہے کہ بیوی اپنی ہم جنس اور ہم خیال اور ہم مذاق ہو اور اس میں علم و دینداری اس حد تک پائی جاتی ہو، کہ وہ اپنے بچوں کو اس پہلی تربیت گاہ میں ایسی تربیت دے سکے کہ جس سے وہ آئندہ چل کر علم وعمل، حسن اخلاق وکردار کا عمدہ نمونہ ہو۔

مغربی اور مشرقی عورتوں کا موازنہ:-

مغربی عورت اپنے وسیع مطالعہ اور معلومات میں مشرقی عورت پر فوقیت رکھتی تھیں، لیکن اب مشرقی عورت مطالعہ، معلومات اور علم دین میں اس مرتبہ پر پہنچ چکی ہے کہ علم کی حقیقت سے اچھی طرح روشناس ہو گئی ہے۔ اور اس کی قدر وقیمت کو پہچاننے لگی ہے۔ اور اپنے بچوں کی صحیح علمی اصول پر تربیت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس طرح ہم غیر مشرقی عورت سے قطعی بے نیاز ہو چکے ہیں، مشرق کی سماجی زندگی نے عورتوں کی نظر میں پاکبازی اور عفت کو دائرہ اخلاق میں پہلا درجہ دے دیا ہے، حتی کہ مرد اپنی بیوی یا لڑکی یا کسی رشتہ کی عورت کی خیانت اور بداخلاقی پر تمنا کرتا ہے کہ کاش اس کو زمین نگل لیتی۔

بے شک یورپ میں بھی عورتوں کی عفت ایک اچھی اور پسندیدہ صفت ہے لیکن اس کی اہمیت اور قیمت جتنی مشرق میں ہے اتنی مغرب میں نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مغرب نے اخلاق کو دین سے جدا کر دیا ہے۔ اور اب اسے اس کے جوڑنے کی فکر تک نہیں ہے۔ اور اس خلاء کو کسی دوسری چیز سے پر بھی نہیں کر سکا۔ لیکن مشرق نے ہمیشہ اخلاق کو دینی بنیادوں پر قائم کر رکھا ہے اور وہ اس کی تقدیس و احترام کرتا ہے

مشرقی خاتون یہ امتیاز رکھتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچوں کی ماں اور گھر کی مالکہ تصور کرتی ہے۔ اور جب وہ ماں بن جاتی

باقی صفحہ ۱۴

رُوحانی امراض کا ہسپتال

(محمد عثمان غنی جے اے ڈالہ کینٹ)

(قسط سوم)

شہر کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن بہت بڑا اجتماع ہے۔ خطیب صاحب لاؤڈ سپیکر پر بڑی فصاحت اور بلاغت سے تقریر کر رہے ہیں۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ترنم سے اشعار بھی پڑھتے ہیں۔ بعض اوقات تو نثر کے جملے بھی ترنم سے ادا کرتے ہیں۔ اور مجمع کو بڑا لطف آ رہا ہے۔ خطبہ کے بعد نماز ہوتی ہے۔ اور جب سارے لوگ نماز ادا کر کے چلے جاتے ہیں تو صوفی بشیر خطیب صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مصافحہ کرتا ہے اور پھر دو زانو بیٹھ کر بات چیت شروع کرتا ہے۔

صوفی بشیر:۔ خطیب صاحب! آپ کی تقریر سے لوگوں کے کان تو حظ اٹھاتے رہے مگر دل کسی کا موم نہ ہُوا ؎

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا تقریر بڑی دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں چہرے پہ عمل کا نور نہیں

خطیب:۔ کیا مطلب آپ کا؟

صوفی بشیر! میری عرض صرف یہ ہے کہ یہ لچھے دار تقریریں کسی کام کی نہیں جب تک سامعین کے دل نہ پگھلیں۔ عمل کی طرف لوگ راغب ہوتے نظر نہ آئیں۔ تو پھر علم کا کچھ فائدہ نہیں۔ امام غزالیؒ کے نزدیک تمام قوم کی بد اخلاقی کے ذمہ دار علماء ہی تھے۔ علماء میں مفتی، ارباب مناظرہ، متکلمین اور واعظین سب شامل ہیں اور سب سے امام غزالیؒ کو کچھ نہ کچھ شکایات تھیں۔

خطیب:۔ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں

صوفی بشیر:۔ قبلہ! میں ایک پڑھا لکھا آدمی ہوں۔ اور غلط بات نہیں کر رہا۔ یہ حقیقت ہے اگر آپ لوگوں کو موت یاد دلائیں اور اُن کو فکرِ آخرت کا سبق سکھلائیں تو قوم کے دل پگھلتے ہیں یا نہیں۔ آپ ایک عالمِ دین ہیں اور خانۂ خدا میں بیٹھے ہیں اپنے ایمان سے کہیں کہ آپ جب اتنی شعلہ بیان تقریر کر رہے تھے اور ترنم بکھیر رہے تھے۔ تو آپ کے دل میں یہ خیال نہیں آتا تھا۔ کہ لوگ خوب محظوظ ہو رہے ہیں۔ اور آج تقریر خاصی کامیاب رہی؟

خطیب:۔ بھئی سچی بات تو یہ ہے۔ کہ آپ نے میری صحیح پوزیشن واضح کر دی ہے معاملہ بالکل یہی ہے

صوفی بشیر! محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو یہ ریا ہے۔ جس کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے شرکِ اصغر کا نام دیا ہے۔ اگر آپ کو لوگوں کی واہ واہ ہی پیش نظر ہے تو پھر اللہ کے ہاں اس کا اجر کچھ بھی نہیں۔ نہ آپ نے کچھ کمایا اور نہ ہی سننے والوں پر اثر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اتنے مجمع نے صرف کانوں سے لطف اٹھایا مگر دل کسی کا نہ رویا! کاش آپ کسی اللہ والے کے پاس بیٹھتے اور رنگ چڑھتا پھر آپ کے سادہ الفاظ بھی دلوں پر اثر کرتے

خطیب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی اللہ والے کے پاس بیٹھتے ہیں۔ آپ کے الفاظ اگرچہ تلخ ہیں مگر ہیں پر اثر، اور آپ کی پر خلوص باتیں میرے قلب پر اثر کر رہی ہیں میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر آپ مجھے کسی ایسے اللہ والے کی طرف رہنمائی کریں۔ خدا آپ کو جزا دیگا

صوفی بشیر خطیب صاحب کو لے کر مردِ کامل کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور دونوں باادب بیٹھ جاتے ہیں۔

خطیب:۔ حضرت یہ صوفی صاحب کی مہربانی ہے جو انہوں نے مجھے سچی باتیں بتا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ میری اصلاح فرمائیں

مردِ کامل:۔ خطیب صاحب! اللہ تعالےٰ آپ کو خوش رکھے۔ آپ نے علم حاصل کیا اور مشقت اٹھائی۔ آپ کو اپنا مقام معلوم ہے۔ آپ رسولؐ پاک کے منبر اور مصلے کے وارث ہیں آپ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ خوف خدا سب سے بڑی چیز ہے۔ حق بیان کرنے سے مت کتراؤ۔ روٹیاں لوگ نہیں دیتے۔ اللہ تعالےٰ خود ذمہ دار ہے۔ لمبی لمبی اور دلچسپ تقریریں عوام کو صرف کانوں کا مزہ چکھاتی ہیں۔ دل میں نہیں اترتیں۔ اس قال کو حال بنانا بھی ضروری ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہمارے اسلاف میں عمل کا پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ تھوڑی بات پر بھی عمل ہو جائے تو وہ اُس جامع تقریر سے بدرجہا بہتر ہے جس سے صرف کان ہی لطف اٹھا سکیں اور دل پر اثر نہ ہو۔ آپ خیال فرماویں کہ عالم باعمل اور عالم بے عمل میں کتنا فرق ہے؟ ایک آدمی لاہور سے پشاور تک کا سفر بذریعہ خیبر میل کرتا ہے اور اُس کو اپنے علم کی بنا پر معلوم ہے کہ راوی، چناب اور جہلم راستے میں آتے ہیں۔ مگر ایک دوسرا شخص بھی ہے جو مشاہدہ کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ اب گاڑی راوی پر سے گزر رہی ہے۔ اور اب چناب اور اب جہلم آیا ہے۔ علماء کو علم ضرور حاصل کرنا چاہیئے۔ مگر صوفیائے عظام کی صحبت سے ان پر جو رنگ چڑھے گا۔ وہ پھر کبھی نہ اُترے گا اُن کی مجلس میں جو بھی آئے گا۔ اُسی رنگ میں رنگا جائے گا۔ اور پھر خدا کے فضل سے قال حال بن جائے گا۔ آپ یہاں آتے رہا کریں انشاءاللہ تعالیٰ معتدبہ فائدہ ہو گا

خطیب صاحب کے بدن پر کپکپی طاری ہے۔ اور آنکھوں سے آنسو رواں۔ مردِ کامل سے بیعت کا شرف حاصل کر کے رخصت ہوتے ہیں۔ اور آئندہ باقاعدہ طور پر صحبت اختیار کرنے کا قصد کرتے ہیں۔

(باقی)

آزمائش
(ماخوذ قرآن مجید)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ لا قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○ (البقرہ آیت ۱۵۶)

ترجمہ! اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے ہیں۔ اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں۔ جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے

مرتبہ :- حافظ محمد امین بورسٹل جیل لاہور

(۱) صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائطِ صلح بظاہر سراسر مسلمانوں کے خلاف نظر آتی ہیں تمام مسلمان بے چین ہیں۔ اور چودہ سو صحابہؓ (۱۴۰۰) میں سے کوئی بھی صلح کے حق میں نہیں حضرت عمرؓ ان شرائط کو بالکل پسند نہیں فرما رہے۔ چنانچہ آپ حضرت ابو بکرؓ کی رائے معلوم کرتے ہیں۔ تو صدیق اکبرؓ کمال ایمان اور یقین کے ساتھ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ سب کچھ خدا کے حکم سے کر رہے ہیں۔ ہمارے بولنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی یہ اٹل بات سن کر حضرت عمرؓ بھی خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور آپؐ کے فیصلے کو صاد سمجھتے ہیں۔ واقعی مقام صدیقؓ یہی ہے۔ کہ محبوبؐ خدا کے ہر فیصلے کی... تائید کرے۔

---

(۲) رسول اللہؐ کے وصال پر مدینہ منورہ میں کہرام مچ جاتا ہے۔ اور لوگوں کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ عجیب بے چینی اور افراتفری کا عالم ہے۔ حضرت عمرؓ اعلان فرماتے ہیں کہ جو کہے کہ رسول اللہؐ وفات پا گئے ہیں۔ تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ لیکن جب حضرت ابو بکرؓ کو اس بے صبری کا علم ہوتا ہے۔ تو فوراً مسجد نبویؐ میں تشریف لاتے ہیں۔ اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ عوام کو اپنی طرف متوجہ کر کے خطاب فرماتے ہیں، کہ لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں۔ لیکن خدائے قدوس قائم و دائم ہے۔ قرآن اور رسول اللہؐ کی سنت ہمارے اندر موجود ہے۔ اس لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ان الفاظ سے سب لوگ سنبھل جاتے ہیں۔ اور کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں ہوتی اس کے بعد حضرت عمرؓ مقام صدیق کو سمجھتے ہیں واقعی اگر حضرت صدیقؓ بھی بے قراری کا اظہار کرتے اور لوگوں کو ڈھارس نہ بندھاتے۔ تو خدا جانے کتنے فتنے رونما ہوتے ـــــ

---

(۳) صدیق اکبرؓ کی خلافت ہے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپؓ کمبلوں کی ایک گٹھڑی اٹھائے تجارت کے لئے جا رہے ہیں اتفاق سے راستے میں حضرت عمرؓ آپ کو مل جاتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ ہم نے تو آپ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور آپ تجارت کر رہے ہیں۔ اس طرح خلافت کے کام کون پورے کرے گا۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھی تو بچے ہیں اور میں نے ان کا پیٹ بھی پالنا ہے۔ اس پر..... حضرت عمرؓ آپ کو واپس لے جاتے ہیں۔ اور بقدر ضرورت بیت المال سے آپ کا وظیفہ لگوا دیتے ہیں۔ مگر حضرت صدیقؓ اپنے وصال کے وقت وہ تمام وظیفہ واپس فرما دیتے ہیں۔ اور ایک اونٹنی اور ایک چوغہ جو بیت المال سے ملا ہے۔ وہ بھی واپس فرما دیتے ہیں۔ اور جب یہ تمام چیزیں حضرت عمرؓ فاروق کے پاس پہنچتی ہیں۔ تو آپ رو کر فرماتے ہیں۔ کہ ابو بکرؓ نے ہمارے نہایت کٹھن معیار پیش کیا ہے مگر اُن کے فیصلے صحیح ہیں۔

---

(۴) حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ بنتے ہی بعض بادیہ نشین فتنہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور ایک وفد جناب صدیقؓ کی خدمت میں بھیج کر مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ ہم نماز اور روزہ کی پابندی کریں گے۔ مگر ہمیں زکوٰۃ معاف کر دی جائے وقت کی نزاکت کے پیش نظر اکابر صحابہؓ جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں۔ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ ان کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا جائے جب حالات پرسکون ہو جائیں گے تو پھر ان سے نپٹ لیا جائے گا۔ اس پر صدیق اکبرؓ کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ وحی ختم ہو چکی ہے۔ رسول اللہؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور دین مکمل ہو چکا ہے۔ لہذا اب اس میں کوئی کمی بیشی... نہیں ہو سکتی۔ یہ قبائل زکوٰۃ معاف کرانا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں اُونٹ کی رسی تک زکوٰۃ نہیں چھوڑوں گا۔ اور جو نہ دے گا۔ اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ اس پر سب صحابہؓ خاموش ہو جاتے ہیں

---

(۵) شام کے قبائل آئے دن مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے، چنانچہ رسول اللہؐ ان کا خطرہ فرو کرنے کے لئے حضرت اسامہؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجنا چاہتے ہیں مگر آپؐ کی بیماری کی وجہ سے یہ پروگرام ملتوی ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ مسندِ خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلا حکم لشکرِ اسامہؓ کی تیاری کا دیتے ہیں۔ تمام صحابہؓ آپ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ ادھر منکرین زکوٰۃ نے شورش برپا کر رکھی ہے۔ اس لئے وقتی طور پر یہ مہم ملتوی کر دی جائے ـــ مگر آپؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس لشکر کو بھیجنے کا حکم رسول اللہ نے فرمایا تھا میں اس کی روانگی میں تاخیر نہیں کر سکتا۔ یہ لشکر ضرور جائے، چاہے درندے مجھے مدینہ سے اٹھا لے جائیں۔ چنانچہ لشکر کی روانگی کے وقت آپ حضرت اُسامہؓ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لیتے ہیں۔ اسامہؓ بے ادبی سمجھتے ہوئے نیچے اترنے کی کوشش فرماتے ہیں مگر صدیق اکبرؓ انہیں منع کر دیتے ہیں ـ اور فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ کا مقرر..... کردہ سالار یقیناً میرے لئے قابل احترام ہے سبحان اللہ حضرت صدیقؓ اور کہاں اسامہؓ بن زیدؓ، ابن غلام، مگر یہ سب اسلام کی برکت ہے

حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب نامی ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر دیتا ہے اور ایک عورت سجاح نامی بھی نبوت کے دعوے دار ہے۔ اس کے ساتھ شادی کر کے کافی طاقت پکڑ لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ اس فتنے کے متعلق بھی اٹل فیصلہ فرماتے ہیں، جھوٹے نبیوں کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح یہ فتنہ بالکل دب جاتا ہے

قبیلہ بنو اسد کا ایک شخص طلیحہ نبوت کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ اور بہت سے کمزور ایمان مسلمانوں کو ساتھ ملا کر بہت بڑا لشکر مرتب کر لیتا ہے، صدیق اکبرؓ حضرت خالدؓ کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجتے ہیں، بزاخہ کے مقام پر نہایت گھمسان کی جنگ ہوتی ہے۔ چنانچہ غازیان اسلام کے سامنے طلیحہ کی ایک بھی نہیں چلتی۔ چنانچہ طلیحہ موقعہ پا کر فرار ہو جاتا ہے اور اس کے پیروکار اس کے فریب کی وجہ سے اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود بھی کچھ عرصہ کے بعد مسلمان ہو جاتا ہے اور عراق و ایران کی جنگوں میں شجاعت کے کارنامے دکھاتا ہے ـــ

اسلام عالمگیر سلامتی کا داعی ہے

حافظ قاری عبد المجید (مولوی فاضل) امام مسجد سکھنالہ (خطیب جامع مسجد ادمنی بس فیروز پور روڈ) لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْدُ !

اَلسَّلَامُ یہ جہانوں کے پروردگار کا اسم گرامی اور اسمائِ حسنٰی میں سے ایک ہے۔ ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ — (الحشر۔ آیت ۲۳)

جس کے معنٰے ہیں عیوب ونقائص سے پاک ومبّرا اور امن وراحت برکت وسلامت نچھاور کرنے والا۔

تمام نسلِ انسانی کو جَلّ مجدُہٗ ایک ایسے گھر کی طرف بلاتا ہے جو دائمی بقاء اور سلامتی کا گھر ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (یونس:۔ ۲۵)

اور اس وحدہٗ لاشریک عزّ برہانہٗ کے آخری پیغمبر مجسم رحمت ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء ۱۰۷)

اور (اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر سب جہانوں کے لئے رحمت وشاکر بھیجا ہے (بیان القرآن)

اور اس عَمَّ نَوَالُہٗ کی آخری کتاب بھی انسان کو سلامتی ہی کی راہیں دکھاتی ہے — قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلَامِ (المائدہ ۱۶)

تمہارے پاس اللہ تعالٰے کی طرف سے ایک روشن چیز اور ایک واضح کتاب آئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالٰے ایسے شخصوں کو جو کہ رضاءِ حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں (بیان القرآن)

اور انہوں نے انسانوں کی رشد وہدایت راحت وامن کے لئے جس دین کو پسند فرمایا اس کا نام ہے۔ "اسلام" اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ آل عمران ۱۹) بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ جس کے معنٰے ہیں اللہ کے حکم کے سامنے بلا چون وچرا سر جھکا دینا اور "دارالسلام" کا ایک ممبر بن کر دنیوی واُخروی آفات سے اپنے خالق کے سایۂ عاطفت میں آجانا۔ اور اُس کی مخلوق میں امن اور سلامتی کو پھیلانا اور مسلم ہے ہی وہ جو اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ (البقرہ ۱۱۲) اپنا رخ اللہ تعالٰے کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو۔

پھر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ملاقات کی ابتداء وانتہا پر آداب عرض کرنے کا جو تحفہ اور ہدیہ ہے وہ سراسر امن اور سلامتی کی دعا ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ۔ اور نماز جیسی مہتم بالشان عبادت کی آخری جُزو دائیں بائیں طرف کی سلامتی اور راحت کی دعا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تم پر اللہ کی رحمت اور سلامت ہو۔ اور نماز کے پورا کرتے ہی متصل جس دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ وہ سلامتی اور امن کی دعا ہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ الخ اے ہمارے فریاد رس تو ہی سالم ہے۔ تو ہی مصدرِ سلام ہے تجھ ہی سے امن وسلام کی التجا ہے۔

اور اہل جنت حق جل مجدہ کے جن بے شمار ولا تعداد انعامات واکرامات سے مستفیض ہونگے۔ ان میں ایک عدیم النظیر انعام یہ بھی ہو گا۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (یٰسین ۵۸) ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا (بیان القرآن)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِلُطْفِکَ وَفَضْلِکَ

غرض فکرِ صحیح اسلام کے کسی پہلو پر اعتقادات کا ہو یا عبادات کا معاملات کا ہو یا اخلاقیات ومعاشیات کا غور کرے تو جو چیز سامنے آتی ہے وہ عالمی امن اور عالمگیر سلامتی ہے

اسلام سے پہلے دنیا میں جہالت وفساد خرابات وبگاڑ کا جو طوفان برپا تھا اسے ذہن میں رکھ کر سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو حقیقی امن وراحت اور داخلی وخارجی ظاہری وباطنی دنیوی واخروی سلامتی سے جس نے ہمکنار کیا وہ ہے اسلام فکر وعمل اور معاشرے میں امن وسلامتی برقرار رکھنے اور افراط وتفریط سے بچنے کے لئے ارشاد ربانی ہے وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ہ (حٰمٓ السجدہ ۳۴)

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے۔ پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا۔ جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے (بیان القرآن)

لیکن افسوس ہے عصر حاضر کے فریب خوردہ انسان پر جو اسلام میں اٹھنے والی تلوار کو ایک تنی ہوئی تلوار کی حیثیت سے تو دیکھتا ہے۔ مگر اسلام کی رونق اور جمال سے آنکھیں پھیرے ہوئے ہے۔ یا اس کی آنکھوں پر ہوا پرستی کا پردہ اور غشاوہ پڑا ہوا ہے

بے شک اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی (علیہ) اسلام اپنے دلائل وبراہین اور قابلیت کی وجہ سے غالب ہو کر رہتا ہے مغلوب ہو کر نہیں اور وہ تلوار کسی جابر وسرکش کی تلوار نہیں بلکہ ایک عادل وشفیق منصف کی تلوار ہے

اور تف ہے ان کور چشموں پر جو اس تلوار سے جبر واکراہ مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تلوار کمزور کی حمایت اور مظلوم کی امداد تھی دوسرے لفظوں میں یہ جنگ وفساد کی نہیں بلکہ امن وسلامتی کی تلوار تھی ملاحظہ ہو — وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ہ

(النساء ۷۵)

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو۔ اللہ کی راہ میں۔ اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں۔ دعا کر رہے ہیں کہ — اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں۔ اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے۔ اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے

(بیان القرآن)

اور اس قتالِ برحق کی مثال داؤد علیہ السلام اور طالوت کے درمیان اور

جالوت اور اس کے لشکر کے درمیان ہونے والے ایک قتال سے بھی مل سکتی ہے۔ سورہ بقرہ ۲۴۶ تا ۲۵۱) اور اس قتال برحق کا نام ہی قرآن مجید نے جہاد فی سبیل اللہ رکھا ہے۔

اس بیان میں ہم بنی اسرائیل کو اپنے نبی سے یوں کہتے ہوئے پاتے ہیں مَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَائِنَا۔ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا۔ کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں۔ حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور فرزندوں سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں۔ اور اسی بیان کے آخر میں حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ○ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالےٰ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے — تو سرزمین فساد سے پر ہو جاتی ولیکن اللہ تعالےٰ بڑے فضل والے ہیں جہاں والوں پر۔ (بیان القرآن)

یہ بھی واضح رہے کہ اسلامی جہاد صلیبی جنگوں کی طرح نہیں کہ عیسائیت پر ایمان نہ لانے والے تمام افراد کو لوٹ مار اور قتل وغارت کا نشانہ بنا دیا جائے۔ بلکہ مسلمانوں نے جب تلوار اٹھائی تو ان کے پیش نظر ظلم و عنف کو پامال کرنا اور امن وسلامتی صلح وآشتی کا عام کرنا تھا اور حکم ربانی بھی یہی ہے۔ کہ اگر تمہارا بھائی مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ جب صراط مستقیم کو چھوڑ کر بغی وفساد کی راہ اختیار کرلے اور زبانی روک اور کوشش کامیاب نہ ہو تو اس سے بھی قتال کرو تاآنکہ وہ راہ راست پر آجائے اور امن وسلامتی کو اپنا لے۔ غور فرمایئے وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا ج فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ (الحجرات - ۹)

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تو اُن کے درمیان اصلاح کر دو۔ اور اگر اُن میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے۔ تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے پھر اگر رجوع ہو جاوے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو۔ اور انصاف کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے (بیان القرآن)

اور اسلام نے تو امن و اصلاح کی یہاں تک تلقین کی ہے کہ عین حالتِ قتال اور غضب میں بھی زیادتی اور سنگدلی نہ ہونے پائے عرب کے ایک قبیلہ کی طرف جانے والے لشکر کے سالار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ۔

لَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا وَلَا طِفْلًا صَغِیْرًا وَلَا امْرَاَۃً وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا (رواہ ابوداؤد واحمد)

بوڑھے اور چھوٹے بچے اور عورت کو مت قتل کرنا۔ غلو مت کرنا، حد سے تجاوز نہ کرنا دھوکہ دہی کے قریب بھی نہ بھٹکنا اور مقتولین کے کان ناک وغیرہ اعضاء بھی نہ کاٹنا۔ دیگر احادیث میں پادریوں راہبوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور ہر حال میں کسی جاندار کو زندہ جلانے یا پانی میں ڈبونے سے منع فرمایا اور رحمت کائنات صلے اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو کسی نافرمان وسرکش قبیلہ کی سرزنش یا ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے بھیجے تو حسن سلوک اور بہترین اسلوب کی نصیحت فرماتے

اور جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے آقا و مولےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں امیر لشکر کو نصائح کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَلَا تَقْتُلُوْا طِفْلًا صَغِیْرًا وَلَا شَیْخًا کَبِیْرًا وَلَا امْرَاَۃً۔

جب اللہ تمہیں فتح دیں تو چھوٹے بچے کو بوڑھے کو اور عورت کو مت قتل کرنا کھجوروں کی ذخیرہ اندوزی بھی نہیں کرنی اور جلانی بھی نہیں اور پھل دار درخت کو بھی نہیں کاٹنا، اور کسی بکری گائے اور اونٹ کو سوائے کھانے کی حاجت کے ذبح نہیں کرنا۔ اور گرجا گھروں میں بیٹھے ہوئے... پادریوں اور راہبوں کو مت قتل کرنا۔ اور گرجا گھر مت گرانا۔

اسلام نے تشدد اور اکراہ سے بالتصریح منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا ط اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (یونس ۹۹)

اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے۔ سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں۔ جس میں وہ ایمان ہی لے آویں۔ (بیان القرآن)

مزید فرمایا۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قف (البقرہ ۲۵۶)

دین میں زبردستی اور اکراہ نہیں۔

اور قرآن حکیم نے تو کفار کے جھوٹے معبودوں کے حق میں بھی نامناسب کلمات کہنے سے روکا ہے۔ فرمایا:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا ۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ط کَذٰلِکَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّۃٍ عَمَلَھُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ مَّرْجِعُھُمْ فَیُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (الانعام ۱۰۸)

اور مت دشنام دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالےٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو جتلا دے گا۔ جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔ (بیان القرآن)

لیکن دینی اختلاط اور فتنہ وظلم بے دینی و فساد جب وسیع پیمانے پر شروع ہو جاتے تو کتابِ مبین نے جہاد کی اجازت دی ہے

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُۨ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ط (الحج ۳۹ - ۴۰)

لڑنے کی اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جو اپنے گھروں سے بلا وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

"بجرم عشق توام میکشند وغوغائیست"

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک کا دوسرے سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ سب منہدم ہو گئے ہوتے۔

غور طلب پہلو یہ ہے کہ جہاد کی اجازت اُن مسلمانوں کو دی گئی ہے جو سرتاپا امن و سلامتی کے پیکر ہوں۔

واجب ہے اُن پر کہ وہ بے دینی کا قلع قمع کریں اور اس فتنے کا استیصال کریں چاہے یہ گرجا گھروں میں ہو یا یہود کے کلیساؤں

ہیں یا صنم کدوں میں اور یا بعض مساجد میں ملاحظہ فرمایئے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرہ ۱۹۳ ۔ الانفال ۳۹)

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے۔ اور دین اللہ ہی کا ہو جاوے۔ پھر اگر یہ باز آ جاویں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں
(بیان القرآن)

اسلام نے جہاد فرض کیا کہ مسلمان عالمی امن اور سلامتی کے لئے مقدور بھر کوشاں رہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ جہاد قیامت تک فرض رہے گا۔ یہ جہاد یعنی عالمی امن اور دینی و دنیوی سلامتی کی کوشش کبھی زبان سے کبھی قلم سے اور کبھی تلوار سے ہوگی۔ جب حالات اس کے مقتضی ہونگے۔

اور اسلام نے تو مسلمانوں کے ساتھ دینی اور سیاسی عداوت نہ کرنے والے کفار و مشرکین کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۚ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنہ ۷ - ۸)

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا۔ جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں
(بیان القرآن)

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۚ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المائدہ ۸)

اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے۔ کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی اطلاع ہے۔
(بیان القرآن)

اور رحمت کائنات فخر موجودات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایک مثالی حیات ہے کہ کفار کے ...... وقتی غلبے کے وقت ہر صدمہ و آفت پر ہر گرفت و افتاد پر صبر و درگزر کیا۔ اور جب مکمل غلبہ حاصل ہوا۔ تو جانی دشمنوں کو بھی سایۂ رحمت و شفقت میں ڈھانپ لیا۔

ہجرت کے دوسرے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک درخت کی شاخ سے تلوار لٹکا کر سائے میں سو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک آہٹ سے جب حضورؐ کی آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتے ہیں۔ ایک دشمن آپؐ کی ہی تلوار سونتے کھڑا ہے اور یوں کہتا ہے۔ اب میرے وار سے آپ کو بچانے والا کون ہے؟ نبی برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ! اللہ! اللہ سنتے ہی دشمن کانپ اٹھا، اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی حضورؐ نے تلوار اٹھالی۔ اب اس دشمن کی حالت ایک زندگی سے مایوس قیدی کی تھی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مگر حضورؐ نے بالکل معاف فرما دیا۔

ہجرت کے ساتویں سال ایک یہودیہ عورت نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانے میں زہر دے دیا۔ مگر حق تعالیٰ نے اس کے فوری اثر سے محفوظ رکھا۔

لیکن اس کا اثر جسد اطہر میں بقیہ عمر تک رہا۔ اور حیات مبارکہ کے آخری ایام میں شدید رنج و الم درپیش ہوا مگر حضورؐ نے اس سے بھی درگزر فرمایا، اور کوئی تعرض نہ کیا

مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضورؐ نے عفو عام کا اعلان فرما دیا اور شدید ترین دشمنی کرنے والوں سے بھی درگزر فرمائی۔ آنکھیں آنسوؤں کے موتی بکھیر رہی تھیں۔ اور آپؐ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (یوسف ۹۲)

آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے ــــ اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

غرض عالمی امن عالمگیر سلامتی اور دائمی راحت و تسکین کا حامل دین اگر کوئی ہے تو وہ اسلام ہے اور صرف اسلام ہے۔

مناسب ہے کہ ان معروضات کا خاتمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں امن اور سلامتی کی دعا و التجا پر کیا جائے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

بقیہ حسن انتخاب

ہے۔ تو اسے ایک نئی زندگی اور نئی شخصیت کا نیا احساس ہوتا ہے، حالانکہ مغربی عورت زیادہ سے زیادہ اپنے کو ایک فرد خیال کرتی ہے۔ اور ماں بننا نہیں چاہتی ہے اور اگر ماں بن جاتی ہے تو کبھی یہ نہیں چاہتی کہ اس کی اولاد کی تعداد بڑھے۔ اور اس کا وقت بچوں میں ضائع ہو۔ اور اس کی اپنی تفریح اور دلچسپیوں کے لئے وقت نہ بچ سکے وہ ہمہ تن اپنی خوب صورتی اور بناؤ سنگار میں اور اس کی فکر میں پریشان اور منہمک و بوجھل رہتی ہے۔ یورپ میں بچے ماتا کی شفقت و محبت، لاڈ، پیار اور خدمت و پرورش نہیں پاتے جتنا کہ وہ مشرقی ماں سے حاصل کرتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ مغربی مرد و عورت انانیت اور خود پسندی اور انفرادیت میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ مشرق خاندانی رشتوں اور تعلقات میں منسلک ہے اور مغرب میں انسان کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس لئے وہاں کے ہر مرد و عورت جس طرح چاہتے ہیں، زندگی بسر کرتے ہیں کبھی لہو و لعب اور رقص و سرود میں اور کبھی سنجیدہ اور مہذب محفلوں میں نظر آتے ہیں۔ ان کی کوئی روک ٹوک اور باز پرس نہیں کرتا۔ ان کے خاندان کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ ان کے معاملات میں دخل انداز ہوں۔ اسی بنیاد پر شوہر اپنی بیوی، کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتا، کیونکہ اُسے اس کی آزادی چھیننے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ بیوی، شوہر کی آزادیوں میں خلل انداز ہوسکتی ہے۔

اس کے بالکل برعکس مشرق میں خاندان کے افراد ایک رشتہ اور دھاگے میں منسلک ہیں۔ ہر شخص کو اپنے والدین، بھائی، بہن، چچا، پھوپھی اور خالہ و خالو کے حقوق کا احساس اور اس سلسلہ میں اپنی اہم ذمہ داریوں کا شعور ہے، وہ خاندان کی عزت اور شرافت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور اس کی ذلت کو اپنی ذلت کا سبب خیال کرتا ہے۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۴ر اپریل بروز جمعرات ۱۹۶۳ء

دُعا عبادت کا مغز ہے

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۰ اَمَّا بَعْدُ! کئی جمعراتوں سے ذکر اللہ کے مضمون کے بارے میں بیان شروع ہے۔ ذکر اللہ کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ سے کثرت سے دعا بھی مانگنی چاہیئے حدیث شریف میں آتا ہے۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ :۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔

دُعا بذات خود ایک بڑی عبادت ہے۔ تہجد کے وقت اللہ تعالےٰ آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اور مختلف انسانی حاجات کا نام لے کر پکارتے ہیں کہ ہے کوئی معافی مانگنے والا کہ اُسے معاف کر دوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اُسے رزق دوں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مصیبت دور کردوں وغیرہ وغیرہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم کو ایک وصیت فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیٹا دعا وقتاً فوقتاً کرتے رہو۔ شاید کوئی ایسا وقت ہو کہ اللہ تعالےٰ دُعا قبول فرمالیں اور بیڑہ پار ہو جائے۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ یہ میرے والدین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ مجھے قرآن کی خدمت کی اللہ تعالےٰ نے توفیق دی۔ میں بھی کثرت سے اپنی شادی سے پہلے سے ہی نیک اولاد کی دُعا مانگا کرتا تھا آج تم کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں

ہمارے دادا اور دادی جان نومسلم تھے وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کی یاد کرتے تھے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ از خود حضرت دین پوریؒ کی خدمت میں نہیں گئے۔ بلکہ ایک مرتبہ حضرت سندھیؒ سبق سنانے کے لئے گئے اور ساتھ حضرتؒ کو لے گئے۔ حضرت دین پوریؒ نے خود والد صاحبؒ کو بیعت فرمایا اور ذکر کی تلقین کی۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے آج تک کبھی ذکر میں ناغہ نہیں کیا

اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً

ترجمہ: اپنے رب کو عاجزی اور آہستگی سے پکارو

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی ۔۔۔

۱۔ کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والا

۲۔ مظلوم جس پر ظلم ہوتا ہو۔

۳۔ وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ کہ تم خوشی اور عیش میں اللہ تعالےٰ کو نہ بھولو۔ اللہ تعالےٰ مصیبت اور غمی کے وقت تمہیں نہیں بھولے گا

جب انسان ہر وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر میں شاغل رہے گا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوگا۔ کہ میں اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی مرضی کے مطابق خرچ کروں اور ڈرے گا۔ کہ جس ذات نے یہ ساری صلاحیتیں اور نعمتیں عطا کی ہیں وہ انہیں چھین بھی سکتا ہے۔ وہ ہر غلط اور ناجائز کام کرنے سے رُک جائے گا۔ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ دھوکہ بازی کم تولنا، بددیانتی، رشوت غرضیکہ ہر برُائی سے اللہ تعالےٰ کی کثرت سے یاد کرنے کے باعث بچ جائے گا

اور ایسا ذاکر انسان صحیح معنوں میں اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر گزار ہوگا۔ کیونکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں، مال، دوست، وقت، اولاد سب کو اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا شکرانِ نعمت ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو کثرت سے اپنی یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیٹا۔ چلتے وقت دائیں پاؤں پر اللہ اور بائیں پاؤں پر ھُو پڑھا کرو۔ جب سانس اندر لو۔ تو اللہ کہو اور جب باہر کرو تو ھُو پڑھو۔ ان کا اپنا حال یہ تھا کہ تنہائی میں اللہ تعالےٰ کے سامنے اپنے پروردگار کے سامنے گڑگڑاتے تھے۔ کہ میں بڑا ذلیل و گنہ گار ہوں۔ تو مجھے معاف کردے حالانکہ حضرتؒ نے اپنی ساری عمر قرآن کی خدمت اور یادِ خداوندی میں گزار دی۔

ہم بے حد گنہ گار ہیں۔ جب ہمارے گناہوں کی کوئی حد نہیں تو اللہ تعالےٰ کی یاد بھی بے حد ہی ہونی چاہیئے ۔۔۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کو اللہ تعالےٰ کے دربار میں گڑگڑاتے اور عبادت کرتے تھے اتنی عبادت فرماتے، کہ پاؤں مبارک میں ورم آ جاتے، صحابہ کرام نے پوچھا کہ آپ اتنی عبادت کیوں فرماتے ہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں اللہ تعالےٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں

اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو بھی اپنا شکر گزار بندہ بنالے۔ خوشی غمی ہر وقت اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے ۔۔۔

ہمارے یہاں بیٹھ کر ذکر کرنے کو قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین یا رب العالمین

قبولِ اسلام

لال مسیح ولد جھگو اور مسمات خورشید ولد جھنڈو زوجہ لال مسیح سکنہ کمیا متصلہ مانانوالہ ضلع شیخوپورہ نے سات اپریل ۱۹۶۳ء بروز اتوار ظہر کے بعد راس المحققین حضرت مولانا امین الحق صاحب مدظلہ العالی خطیب جامع مسجد شیخوپورہ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور عیسائیت سے توبہ کی آئندہ ان کے اسلامی نام لال محمد اور خورشید بیگم ہونگے۔

سالانہ اجلاس

سالانہ اجلاس مورخہ ۱۲ر ... ۱۹۶۳ء جامعہ حنفیہ ... سے شروع ہوگا جس میں مشاہیر علماء شریک ہونگے تمام ... شرکت کی [illegible] ... استدعا ہے

(حافظ حسین احمد قاسمی ناظم مدرسہ)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر

ثواب دارین حاصل کریں

★

ملتان شہر میں :۔
طبیب امیر علی عبد الستار صاحبان حسین آگاہی سے طلب فرماویں

لائل پور میں :۔
ملک عبد الغنی صاحب نیوز ایجنٹ

بہاولپور میں :۔
اسلام نیوز ایجنسی . . . .

رحیم یار خان میں :۔
چوہدری امانت علی اینڈ سنز ریلوے روڈ

نظام آباد میں :۔
صوفی نذیر قادری سے طلب کریں

بقیہ: عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

نے اس سے جواب طلب کیا۔ شہزادہ نے کہا امیرالمومنین ولید نے مجھے اس کے متعلق فرمان لکھ دیا ہے آپ نے جواب دیا۔ اللہ کا فرمان ولید کے فرمان سے زیادہ ماننے کے قابل ہے حکم دیا ذمی کی زمین واپس کر دی جائے ——

شاہی خاندان کے ارکان اس سلوک کے عادی کب تھے۔ مروان کی بیٹی فاطمہ زندہ تھی۔ اور خاندان کی بڑی بوڑھی سمجھی جاتی تھیں۔ سب خلفاء اس کا احترام کرتے آئے تھے۔ بنو مروان اس کے پاس جمع ہو کر گئے اور اپنی سفارش کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا حضرت نے تعظیم کے ساتھ اُسے اپنے برابر جگہ دی۔ فاطمہ نے ناراض ہو کر کہا۔

اے عمر! شاہی خاندان کے ارکان تمہاری حکومت کے زمانہ میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ ان کے املاک چھین چھین کر دوسروں کو دیئے جا رہے ہیں۔ انہیں بُرا بھلا کہا جا رہا ہے اور تم کچھ نہیں کرتے حضرت عمرؓ نے جواب دیا اے پھوپھی! رسول اللہ کو خدا نے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا آپ نے ایک ایسا چشمہ چھوڑا جس سے ہر کو سیراب ہونے کا حق حاصل تھا۔ پھر ابوبکرؓ نے بھی چشمہ کو اسی حال پر رہنے دیا اور عمرؓ نے بھی لیکن بعد میں یزید، مروان، عبدالملک اور اس کے بیٹوں نے اپنے آپ کو اس سے سیراب کیا۔ اور دوسروں کو محروم کر دیا میں اُسے اس کی اصلی حالت پر لانا چاہتا ہوں۔

فاطمہ بنت مروان نے کہا تم بس تمہارا مطلب سمجھ گئی اگر تمہارا ارادہ بزرگان سلف کی تقلید کا ہے۔ تو میں تمہیں منع نہیں کرتی۔ پھر واپس آکر اپنے اہل خاندان سے کہا۔ یہ تو سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے نہ عمر فاروق کے گھر کی بیٹی بیاہ کر لاتے نہ اس کی اولاد میں فاروقی رنگ آتا۔

اُمراء و حکام بادشاہ کے دست و بازو ہوتے ہیں۔ امراء کے صحیح انتخاب اور ان کی مکمل نگرانی کے بغیر کوئی بادشاہ ملک میں عادلانہ نظام قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولاۃ و حکام کے نام بکثرت فرمان جاری کئے ان فرمانوں میں عدل و انصاف کے قیام، اخلاق کی اصلاح تعلیم کی اشاعت، ذمیوں اور نو مسلموں کے حقوق کی، حفاظت، اسلام کی تبلیغ، اور رفاہ عام کے کاموں کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی اور جہاں سختی کی ضرورت سمجھی گئی وہاں سختی بھی کی گئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی دنیا امن و امان کا گہوارہ بن گئی۔ گلشن اسلام میں نئے سرے سے بہار آئی اور لوگوں نے پھر ایک مرتبہ عہد نبوت کے نظر نواز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھ لئے گھر گھر میں دینداری کا چرچا ہوا۔ ہزارہا ذمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ راجایان سندھ جو مرتد ہو گئے تھے دوبارہ آغوش اسلام میں واپس آئے ——

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
سیر گل خوش نہ دیدیم و بہار آخر شد

وفات کی خبر سن کر شاہِ روم نے رو کر کہا اگر عیسٰی مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہوتے میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادت خانہ میں جا بیٹھے۔ میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

امام احمد بن حنبل اور دوسرے جلیل القدر علمائے امت کی رائے ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پہلی صدی ہجری کے مجدد تھے اور امام شافعیؒ و سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ آپ پانچویں خلیفہ راشد تھے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جس طرح خداوند تعالیٰ نے ایک نبی کیلئے دوسرے نبی سے عہد لیا اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کیلئے خداوند تعالیٰ نے لوگوں سے عہد لیا ہے۔

حسن قصاب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں میں نے بھیڑیوں کو بکریوں کے ساتھ چرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! بھیڑیا اور بکریوں کے پاس اور پھر نقصان نہ ہو، یہ سنکر چرواہے نے کہا۔ کہ شیر اصلاح پر ہوتا ہے تو بدن پر کچھ نقصان نہیں پہنچتا ——

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ایک شخص خراسان میں تھا۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ جب بنو امیہ کا ایک داغدار خلیفہ ہو تو اس کی فوراً جا کر بیعت کر لینا کیونکہ وہ ایک عادل امام ہو گا۔ وہ ہر خلیفہ کا حلیہ دریافت کرتا رہا۔ آخر جب حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو اس نے متواتر تین روز خواب دیکھا کہ وہی شخص اس کو بیعت کے لئے کہتا ہے۔ اس نے اُس پر فوراً خراسان سے آکر بیعت کر لی ——

یونس بن ابو شیب کہتے ہیں کہ جب میں نے عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سے پہلے دیکھا تھا تو ان کے پاجامہ کا نیفہ ان کے موٹاپے کی وجہ سے اُن کے پیٹ کے شکن میں گھسا ہوا تھا۔ مگر جب زمانہ خلافت میں دیکھا تو آپ کا یہ حال تھا کہ آپ کی ہر پسلی کی ہڈی ابھر رہی تھی لگائے گنی جا سکتی تھی۔

عون بن معمر کہتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنی بیوی سے فرمانے لگے کہ فاطمہ! تمہارے پاس ایک درہم بھی رکھا ہے آج انگوروں کو طبیعت چاہتی ہے انہوں نے کہا کہ نہیں، میرے پاس کہاں سے آیا؟ آپ تو امیرالمومنین ہیں اور ایک درہم کی بھی حیثیت نہیں رکھتے کہ انگور ہی خرید لیں۔ آپ نے فرمایا کہ انگور نہ کھانے مجھ پر زیادہ آسان ہیں بہ نسبت اس کے کہ کل جہنم میں زنجیر پہنوں۔ ولید بن سائب کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ خوف خدا والا نہیں پایا۔

عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ مجھ سے آپ کی حرم محترم فاطمہ بنت عبدالملک نے بیان کیا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سپرد ہوئی تو آپ گھر میں آ کر مصلے پر بیٹھ کر رونے لگے حتٰی کہ آپ کی تمام ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ میں نے عرض کیا امیرالمومنین! آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا فاطمہ! میری گردن میں امت محمدیہ کا کل بوجھ ڈال دیا گیا ہے میں بھوکے فقیر اور ضائع ہونے والے مریض اور ننگے مظلوم قیدی مسافر، بوڑھے اور بچے عیالدار غرض تمام دنیا کے مصیبت زدوں کی خبرگیری کے متعلق غور کرتا ہوں کہ کہیں ان کے متعلق خداوند تعالیٰ باز پرس نہ کر بیٹھیں اور مجھ سے جواب نہ بن آئے اسی فکر میں رو رہا ہوں

حمید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حسن نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس میری معرفت ایک خط لکھا اس میں اپنی حاجت اور کثرت عیال کی شکایت لکھی تھی آپ نے انہیں کچھ عطا کرنے کا حکم فرما دیا۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب کسی شخص کو سزا دینے کا ارادہ فرماتے تھے تو اس کو تین دن قید رکھتے تھے تاکہ غصہ میں اس کو سزا نہ دے دیں

عطا خراسانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کو فرمایا وہ شاہی باورچی خانہ سے گرم کر لایا جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے مطبخ خانہ میں اس کے عوض ایک درہم کی لکڑیاں بھجوا دیں۔

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کی عادت شریف تھی کہ آپ جب تک امر خلافت کے کام میں منہمک رہتے تو بیت المال سے چراغ جلاتے اور جب اُس سے فارغ ہوتے تو اُسے فوراً گل کر کے اپنا چراغ روشن کر لیتے۔

حکیم بن عمر کہتے ہیں کہ ہمیشہ یہ دستور چلا آتا تھا کہ خلفائے بنو امیہ کے اردل میں تین سو چوکیدار اور تین سو کوتوال رہا کرتے تھے مگر جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اُن سے کہا کہ مجھے تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے پاس قضا و قدر جیسا نگہبان اور موت جیسا چوکیدار موجود ہے اور اگر باوجود اس کے تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو اس کو دس دینار تنخواہ ملے گی اور اگر کوئی نہ رہنا چاہے تو وہ اپنے گھر چلا جائے۔

ابراہیم بن میسرہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی خلافت میں سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے کسی کے دُرّے نہیں لگوائے۔

مکحولؒ کہتے ہیں کہ میں حلف کھا کر بیان کروں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ بہت بڑے زاہد اور دل میں خوف خدا رکھنے والے تھے تو واللہ میرا حلف بالکل سچا ہے

سعید بن عروبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب موت کا ذکر کیا کرتے تو آپ کے مفاصل مضطرب ہو جاتے تھے۔

عطاؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ روزانہ رات کو فقہا کو جمع کر کے موت اور قیامت کا ذکر کیا کرتے تھے پھر اتنا روتے تھے کہ گویا آپ کے سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اپنے سے پہلوں کی رائے پر عمل کرو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم اور دیندار تھے۔

شعیبؒ کہتے ہیں کہ عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیزؒ آپ کے صاحبزادے آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ اے امیرالمومنین! آپ اپنے رب کے قائل اور ماننے والے ہیں اگر کل کو اُس نے آپ سے سوال کیا کہ تم نے بدعت کرتے لوگوں کو دیکھا۔ اور اُس کے مٹانے اور سنت کے احیاء کی جدوجہد کیوں نہیں کی تو آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ اس سوال سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا تعالے تجھ پر رحم فرمائیں اور اجر نیک دیں، بیٹا! اصل بات یہ ہے کہ قوم میں بدعت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اور لوگ خلاف سنت عمل کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس کام کی گرہ در گرہ دے رکھی ہے۔ اب ایسی صورت میں اگر میں ان سے بدعت کرانے میں مکابرہ کروں تو پوری خوں ریزی کا اندیشہ ہے اور واللہ میں ایک چلو خون بہانا بھی اپنے لئے درست نہیں سمجھتا ورنہ خدا نہ کرے کہ تیرے باپ پر کوئی ایسا دن آئے کہ اُس کی خواہش بدعت کی بیخ کنی اور احیائے سنت کی نہ ہو۔

عدیؒ بن فضل کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خطبہ میں فرماتے سُنا ہے۔ لوگو! خدا سے ڈرو اور رزق کی تلاش میں مارے مارے نہ پھرو۔ اگر تمہاری قسمت میں رزق مقسوم ہے تو وہ پہاڑ کی چوٹی یا زمین کی تہ میں بھی ہوگا۔ تو تمہارے پاس ضرور آئے گا۔

خلفائے بنو امیہ کا قاعدہ تھا کہ وہ خطبوں میں حضرت علیؓ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہا کرتے تھے آپ نے اپنی خلافت میں اس کی سختی سے ممانعت کی اور اپنے عمال کو لکھا کہ ایسا نہ کیا جائے اور بجائے ان الفاظ کے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ (پ ۱۴ ع ۱۹)

ترجمہ! اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی نامعقول کام اور سرکشی سے منع کرتا ہے

کے پڑھنے کی ترویج کی چنانچہ یہ آیت خطبوں میں ابتک پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مرض اور وفات

ولید بن ہشام کہتے ہیں کہ کسی نے آپ سے مرض کی حالت میں عرض کیا کہ آپ دوا کیوں نہیں پیتے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جس وقت مجھے زہر دیا گیا اگر مجھ سے اُس وقت کہا جاتا کہ تم اپنے کان کی لَو کو ہاتھ یا فلاں خوشبو سونگھو اس میں تمہاری شفا ہے تو میں ایسا کبھی نہ کرتا کیونکہ اگر میں مر گیا تو زہر کی وجہ سے شہید ہوں۔ آپ کو بنو اُمیہ کے اشارہ سے آپ کے غلام سقاہ نے زہر دے دیا تھا۔

ہشام کہتے ہیں کہ جب آپ کے انتقال کی خبر حسن بصریؒ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ دنیا کا سب سے بہتر آدمی چل بسا۔

یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ جب ہم عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے۔ تو اچانک ہمارے پاس آسمان سے ایک کاغذ گرا جس میں لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا تعالے کی طرف سے عمر بن عبدالعزیزؒ کو دوزخ سے امان ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ مجھے بلا کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ میرے متعلق لوگ کیا گمان کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ مسحور ہیں آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ مجھ پر جادو کیا گیا ہے بلکہ مجھے زہر دیا گیا ہے اور جس وقت دیا گیا تھا مجھے اُسی وقت معلوم ہو گیا تھا پھر آپ نے اس غلام کو بلایا جس نے آپ کو زہر دیا تھا اور فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے۔ تجھے اس امر پر کس نے برانگیختہ کیا تھا؟ کہ مجھے زہر پلا دے اس نے کہا کہ مجھے اس کی عوض میں ہزار ہا دینار دئے گئے ہیں اور مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ میں آزاد کر دیا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ان دیناروں کو میرے پاس لا۔ چنانچہ وہ لایا آپ نے ان کو بیت المال میں داخل کر دیا اور اُس سے کہا تو یہاں سے اس طرح بھاگ، کہ پھر تجھے یہاں کوئی نہ دیکھے۔

خلاصہ

عمر ابن عبدالعزیز ابن مروان ابن حکم آپ کا نسب نامہ ہے۔ ابو حفص اموی قرشی آپ کی کنیت ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ہے امّ عاصم بنت عاصم ابن عمر ابن الخطاب یعنی مشہور تھیں۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں حضرت زہری اور ابوبکر ابن حزم آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان ابن عبدالملک کے بعد خلافت آپ کو سنہ ۹۹ھ میں حاصل ہوئی اور رجب کے مہینہ میں سنہ ۱۰۱ھ آپ کا انتقال ہو گیا۔ دو سال پانچ ماہ آپ خلیفہ رہے۔ ۴۰ سال کی آپ کی عمر تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ پورے چالیس سال کے نہ تھے

آپ کی خلافت کے کارنامے حکام پاکستان کے لئے درس عبرت ہیں۔ ہمارا ملک کس قدر خوش قسمت ہو جائے۔ اگر حکومت مندرجہ بالا نقوش پر کاربند ہو۔ خدا کرے کہ یہی لائحہ عمل اولین فرصت میں نافذ ہو جائے۔

آمین ــــ

بقیہ خطبہ صفحہ ۲ سے آگے

عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رعیت رکھنے والا ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بابت سوال کیا جائے گا (یعنی باز پرس ہوگی) یعنی امام (خلیفہ) جو لوگوں کا نگہبان و راعی ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے۔ اور اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی محافظ ہے۔ اس سے ان کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کی بابت باز پرس ہوگی۔

رعیت کی نگہبانی نہ کرنے والا جنت کی بُو بھی نہ پائے گا

عَنْ مَعْقَلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْتَرْعِیْہِ اللّٰہُ رَعِیَّۃً فَلَمْ یَحُطْھَا بِنَصِیْحَۃٍ اِلَّا لَمْ یَجِدْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس بندہ کو خداوند تعالے رعیت کی نگہبانی پر کرے اور وہ بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کرے وہ بہشت کی بُو بھی نہ پائے گا۔

بے وقوفوں کی سرداری

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعِیْذُکَ بِاللّٰہِ مِنْ اِمَارَۃِ السُّفَھَاءِ قَالَ وَمَا ذَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اُمَرَاءُ سَیَکُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ مَنْ دَخَلَ عَلَیْھِمْ فَصَدَّقَھُمْ بِکِذْبِھِمْ وَاَعَانَھُمْ عَلٰی ظُلْمِھِمْ فَلَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْھُمْ وَلَنْ یَرِدُوْا عَلَیَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَمْ یَدْخُلْ عَلَیْھِمْ وَلَمْ یُصَدِّقْھُمْ بِکِذْبِھِمْ وَلَمْ یُعِنْھُمْ عَلٰی ظُلْمِھِمْ فَاُولٰئِکَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ وَاُولٰئِکَ یَرِدُوْنَ عَلَیَّ الْحَوْضَ ــــ

(رواہ الترمذی والنسائی)

ترجمہ؛ حضرت کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میں تجھ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں۔ بیوقوف لوگوں کی سرداری سے۔ کعبؓ نے عرض کیا۔ یہ سرداری کب ہوگی۔ کیونکر ہوگی اور وہ کون لوگ ہوں گے یا رسول اللہ! فرمایا یہ امیر اور حاکم میرے بعد ہوں گے اور جو شخص ان کے پاس جائے گا ان کے جھوٹ کو سچا کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کو مدد دے گا وہ مجھ سے نہیں ہیں اور میں ان سے نہیں ہوں۔ اور وہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آئیں گے اور جو شخص ان کے پاس نہ آئے ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرے اور ان کے ظلم پر ان کی مدد نہ کرے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور یہ لوگ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

ان تمام روایات سے اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کی شان جھلکتی نظر آتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ مسلمان صرف اللہ عز شانہ کے بنائے ہوئے فطری عالمگیر اور غیر متبدل قوانین کا پابند ہے ——— نیز مسلمان کے نزدیک اس کی وہی شرح قابل قبول ہے جو ہادیٔ کائنات، فخر موجودات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ اطاعت امیر ہر مسلمان پر شرعًا واجب ہے بشرطیکہ امراکتاب وسنت کے مطابق قوانین کا نفاذ عمل میں لائیں۔ وگرنہ شریعت مسلمان کو اطاعت امیر کا پابند نہیں کرتی۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ مسلمان جس ملک میں بستے ہوں اُس ملک کے قوانین توڑنے لگیں یا طوائف الملوکی کی ہوا دیں اور امن وامان کی غارتگری کا سبب بنیں ——— مذکورہ بالا احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ اور مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ لڑائی جھگڑے اور قتل وقتال سے بچیں ——— ہاں حق بات کا اعلان ضرور کریں، سچی بات ڈنکے کی چوٹ پر کہیں، باطل کے آگے کبھی نہ جھکیں اور اپنے دینی معاملات میں کسی کی مداخلت قبول نہ کریں۔ مسلمان ہر مقام پر اللہ کے دین کا سپاہی ہے، اس کا اٹھنا اور اس کا بیٹھنا، اس کا بولنا اور اس کا چپ رہنا اُس کی ہر ہر حرکت اور اس کا سکون، اس کا چلنا اور اس کا پھرنا غرضیکہ اس کی زندگی اور اُس کی موت سب اللہ عز وجل ہی کے لئے ہے ——— اپنے گفتار اپنے کردار اور اپنی رفتار نہیں نہیں! زندگی کے ہر ہر گوشے اور ہر ہر حرکت میں یہ سنت رسول اللہ کا پابند ہے ——— اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے مرنا اور اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے جینا اس کی زندگی کا نصب العین ہے ——— اور اس لئے یہ فقط کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے عین مطابق وضع کردہ قوانین کا پابند ہے اس کے علاوہ کسی قانون کا شرعًا پابند نہیں ———

باقی

ایمان وایقان اور شریعت کا تقاضا تو یہ ہے۔ کہ اُسے مسلمان ہی نہ سمجھا جائے۔ جو کتاب وسنت کے فیصلہ کی موجودگی میں کسی اور فیصلہ کی طرف رجوع کرے ——— اسی لئے میرے والد بزرگوار سیدی ومولائی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز انگریز کی حکومت کے دوران بھی یہ اعلان فرمایا کرتے تھے کہ وہ زمیندار جنہوں نے عدالتوں میں وراثتیں تقسیم کرنے کے سلسلہ میں یہ بیانات دیئے کہ ہم فیصلہ محمڈن لاء کے مطابق نہیں بلکہ رواجی قانون کے ماتحت کرائیں گے مسلم نہیں رہے۔

بقیہ اوکاڑہ کا فساد

علما کا وفد مقامی مجسٹریٹ کے پاس گیا انہوں نے اتنے اہم معاملہ کے بارہ میں فوری اقدام نہ کرتے ہوئے وفد کو تھانہ کا راستہ بتایا ———

——— اور تھانہ والوں نے ۸ بجے کہا کہ اب تو فساد ہوگیا۔ چند دنوں سے حملہ کی تجویز تھی جس کا عام چرچا تھا۔ اشتعال انگیزی ہو رہی تھی مگر حکام ٹس سے مس نہ ہوئے ۱۹۵۵ء سے مسجد کی امامت ایک مکتب فکر والوں کے پاس ہے اس کی مخالفت کرنے والوں کو عرصہ سے پولیس نہ پابند ضمانت کرتی ہے نہ اور کوئی حفاظتی اقدام کرتی ہے آسان بات ہے کہ قابض سے کوئی بھی جبرًا قبضہ لینا چاہے اس کو دیوانی کی ہدایت ہونی چاہیئے۔ دیوانی عدالت سے اپنا استحقاق ثابت کرنے سے پہلے قانون کو ہاتھ میں لینے والے فریق کو پولیس نقض امن میں نہ گرفتار کرتی ہے نہ پابند ——— ایسی مسجد میں دو تین مسلمانوں کا قتل جو سی آئی اے سٹاف کی دیوار کے ساتھ ہے۔ پولیس کے ارادوں کی غمازی کرتا ہے۔ میں حکومت مغربی پاکستان پر واضح کرتا ہوں کہ ملک بھر میں سرکاری افسروں کی اسی غلط کاری سے مسلمانوں میں سر پھٹول ہوتا ہے اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ ملتا ہے کہ ان فسادات میں حکومت کا ہاتھ ہے عوام کا یہ گمان اور حکومت کا یہ طریقہ کسی طرح ملک ملت اور حکومت کے لئے مفید نہیں ہو سکتا

(غلام غوث)
بقلم خود

خطیب کی ضرورت ہے

جامعہ مسجد حنفیہ دلونیاں، مدرسہ تعلیم القرآن و دینیات زیر نگرانی انجمن اصلاح المسلمین وارڈ نمبر ۸ محلہ ہنجرانوالہ ——— قلعہ شیخوپورہ کے لئے خطیب کی ضرورت ہے۔ خطیب کے لئے پنجابی جاننا اور شادی شدہ ہونا ضروری ہے۔ کھانا اور مکان مسجد کی طرف سے ہوگا ——— حاجی اللہ دتہ
مہتمم مسجد ومدرسہ

تصحیح

گزشتہ شمارہ کی نظم بعنوان مذہب میں کتابت کی چند غلطیاں ہوگئی ہیں۔ چوتھے شعر میں زنادقہ وملاحدہ پر تشدید نہیں ہونی چاہیئے ——— دسویں شعر کا پہلا لفظ 'نہ' نہیں بلکہ 'یہ' ہے۔ آخری شعر کے پہلے مصرعہ میں مقام کے نیچے اضافت نہیں ہے
قارئین کرام تصحیح فرمالیں ——— (ادارہ)

بچوں کا صفحہ

حج

جناب غازی خدا بخش صاحب لاہور

(چوتھی قسط)

بیٹا:- ابا جی! واقعی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا تو آپ نے بتایا تھا بہت بڑا گناہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نہیں بخشتا باقی سب گناہ معاف کر دیتا ہے اس گناہ کو تو زور اور تاکید کے ساتھ مٹانا چاہئے تھا۔

باپ:- بیٹا! حج میں تو اسی طرح کئی مصلحتیں ہیں ساتویں مصلحت یہ ہے کہ جہالت کے زمانے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے لوگوں میں کئی ایک غلط باتیں اور بُرے خیالات دین کے متعلق رواج پا گئے تھے چنانچہ دین میں لوگ حد سے بڑھ گئے تھے۔ ان مشکل باتوں سے وہ خود تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے لہذا ان کا دُور کرنا ضروری تھا۔ مثلاً انہوں نے یہ بات ضروری قرار دے رکھی تھی کہ محرم جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو وہ اپنے گھر میں صدر (بڑے) دروازے سے داخل نہیں ہو سکتا تھا بلکہ گھر کے پچھلے دروازے سے داخل ہو سکتا تھا۔ انہوں نے یہ قیاس اور رائے قائم کر رکھی تھی کہ گھر کے اندر دروازے سے داخل ہونا رہنے سہنے کا ایک عام طریق ہے اس لئے احرام کی حالت میں جبکہ اس نے بس ایک چادر اوپر اور ایک ہی چادر نیچے باندھی ہوئی ہے اور سر سے ننگا ہے تو اس حال میں دروازے سے داخل ہونا احرام کے خلاف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس بارے میں آیت نازل فرما دی کہ "یہ کچھ نیکی نہیں ہے کہ گھروں میں تم ان کے پچھواڑے یعنی پشت کی طرف سے آؤ۔

اسی طرح لوگوں نے حج کے موسم میں تجارت کرنے کو اچھا نہ سمجھ رکھا تھا اور اسے مکروہ سمجھتے تھے کہ اس سے جو ہمارے عمل اور کام میں خلوص پیدا ہوتا ہے اس میں تجارت وغیرہ سے خلل آتا ہے۔ حالانکہ کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرما دیا" تم اپنے پروردگار کا فضل حاصل کرنا چاہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے" یعنی تجارت وغیرہ کر سکتے ہو

اسی طرح لوگ راستے کا خرچ لئے بغیر بے سروسامانی کے ساتھ حج کرنے کو پسند کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے ہم لوگ متوکل خدا پر بھروسہ کرنے والے ہیں اس طرح لوگوں کو تنگ کیا کرتے اور ان پر زیادتی کیا کرتے تھے چنانچہ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ" زادِ راہ بہم پہنچا لو کہ بہترین زادِ راہ پرہیزگاری ہے" سفر میں راستے کا خرچ ساتھ لے لیا کرو

پھر یہ لوگ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا سخت ترین گناہ ہے اور کہا کرتے تھے۔ صفر کا مہینہ ختم ہو جائے، اونٹوں کی پیٹھوں کے زخم بھر جائیں اور سفر کے نشان مِٹ جائیں تب عمرہ حلال ہے۔ ظاہر ہے کہ دُور دراز سے حج کے لئے آنے والوں کے لئے یہ سخت مشکل کام تھا صرف عمرہ کے لئے دو سفر کرنا بہت بڑی تکلیف کا باعث تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حکم فرمایا کہ عمرہ کر کے احرام کھول دو اس کے بعد حج کا احرام باندھو۔ چنانچہ اس قسم کی باتوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید اور سختی سے کام لیا۔ کیونکہ ان باتوں کو لوگوں نے اپنی عادتوں میں داخل کر لیا تھا اور ان کے دلوں میں پختہ ہو چکی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے"۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہر سال فرض ہے۔ آپ خاموش رہے تاآنکہ تین مرتبہ اس آدمی نے یہی سوال کیا۔ پھر آپ نے کہا اگر میں پہلی دفعہ کہہ دیتا کہ ہاں تو تم پر ہر سال فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں اس کے اندر یہ بھید ہے کہ کئی دفعہ ایک خاص وقت میں اللہ تعالےٰ کی وحی کے نازل ہونے کی یہ وجہ ہوتی کہ قوم بالکل وحی کے انتظار میں ہوتی اور ان کے علم کسی خاص چیز کے مقرر کرنے کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے اور یہ تقرر اور مقدار اس قوم میں عام طور پر رائج اور مشہور بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اور ہمت اور بارگاہ الٰہی سے اس کی طلب و آرزو بھی ہے تو پھر اس کے مطابق اللہ تعالےٰ کی وحی کا نازل ہونا ضروری ہو جاتا ہے چنانچہ غور کرو جب اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر کوئی کتاب نازل فرمائی۔ تو اسی قوم کی زبان اور انہی کی سمجھ کے مطابق نازل فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے کوئی دلیل ایسی پیش نہیں کی کہ قوم سمجھ نہ سکتی ہو اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قوم کی سمجھ اور فہم سے باہر کوئی چیز پیش کی جائے جبکہ وحی الٰہی کا منشا اور اس کی بنیاد ہی لطف و مہربانی پر قائم ہے لطف وعنایت کا تقاضا یہی ہے کہ جو چیز قبول و اجابت کے زیادہ قریب ہو وہی قوم کے لئے پسند کی جاتی ہے۔

کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا اس کے ۴

۴- بعد؟ آپ نے فرمایا۔ صاف ستھرا پاکیزہ حج۔

(باقی باقی)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین - لاہور
ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیرِ اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا